عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۶ | ۴ تا ۱۰ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۵ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۹۷ء | شمارہ نمبر ۲۸

پیکرِ علم وسخاوت
حضرت علی رضی اللہ عنہ

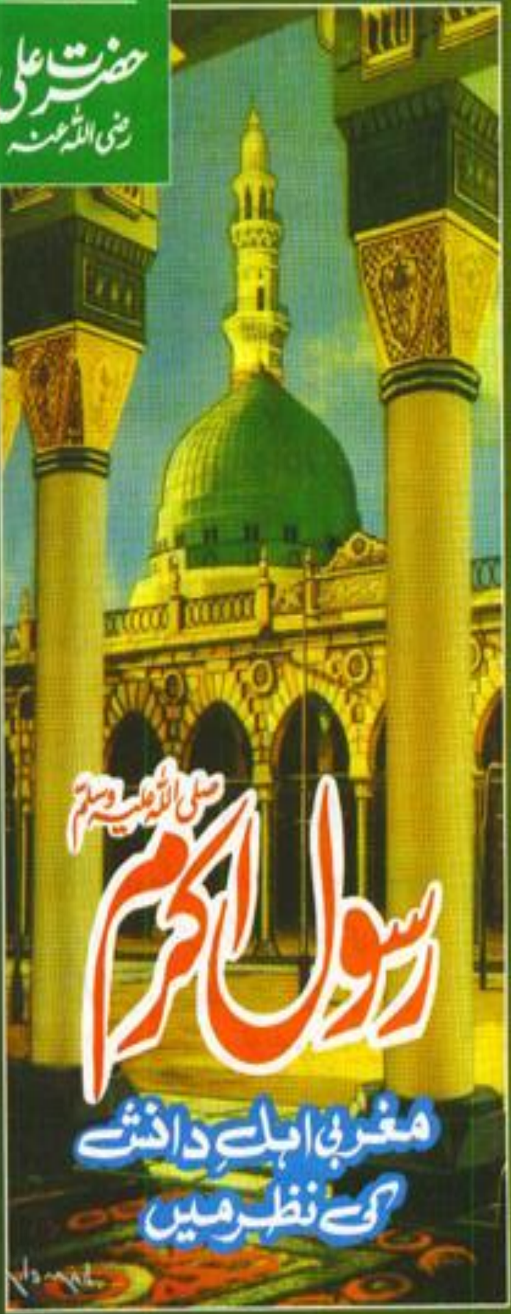

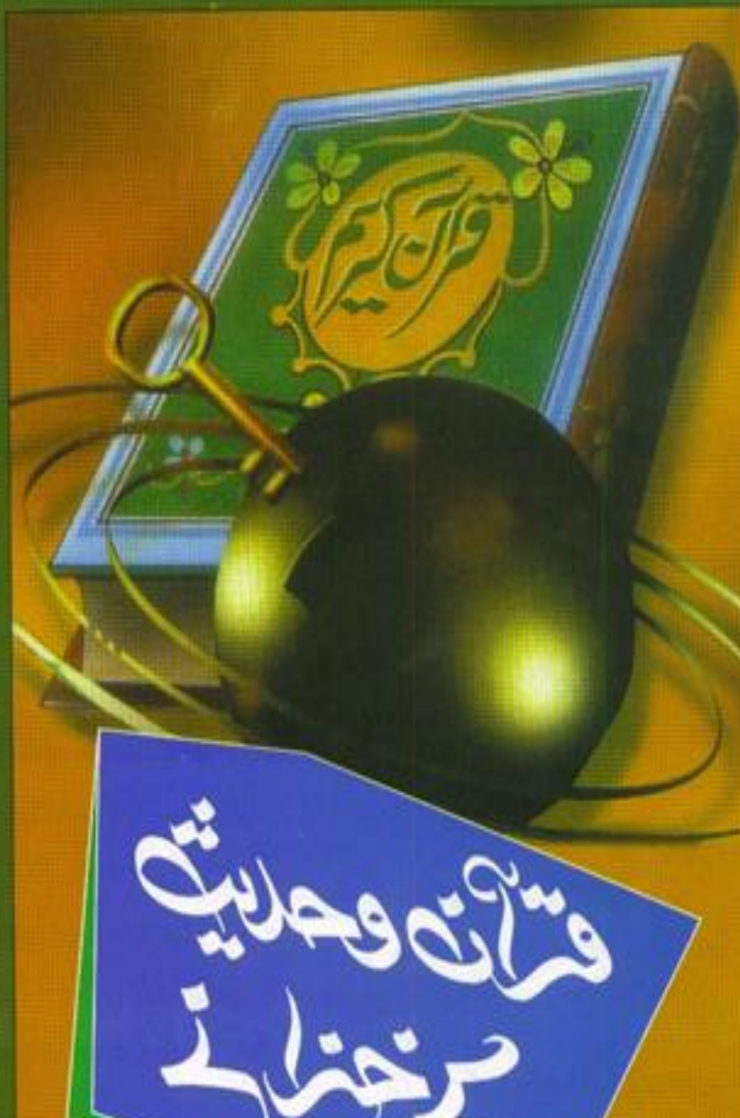

جامعہ علوم الاسلامیہ
بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور اُن کے
رُفقاء کی شہادت
عظیم المیہ

اقلیم علم کے تاجدار مولانا محمد منظور نعمانیؒ

قیمت: ۵ روپے

بانڈ کی انعام کی رقم سے حج کرنا

س..... پرائز بونڈ پر انعام حاصل کردہ رقم سے "عمرہ یا حج" کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب پروفیسر صاحب نے یہ دیا کہ پرائز بونڈ کی انعام حاصل کردہ رقم سے عمرہ اور حج جائز ہے۔ اس کی تشریح انہوں نے اس طرح فرمائی:

"اگر ۱۰ روپے کا ایک پرائز بانڈ کوئی خریدتا ہے تو گویا اس کے پاس ۱۰ روپیہ کی ایک رقم ہے جس کو جب اور جس وقت وہ چاہے کسی بینک میں جاکر اس پرائز بونڈ کو دیکر مبلغ دس روپیہ حاصل کرسکتا ہے' مزید یہ تشریح فرمائی کہ مثلاً ایک ہزار اشخاص ۱۰ روپیہ کا ایک ایک پرائز بونڈ خریدتے ہیں قرعہ اندازی کے بعد کسی ایک شخص کو مقرر کردہ انعام ملتا ہے مگر بقیہ ۹۹۹ اشخاص اپنی اپنی رقم سے محروم نہیں ہوتے بلکہ ان کے پاس یہ رقم محفوظ رہتی ہے اور انعام وہ ادارہ دیتا ہے جس کی سرپرستی میں پرائز بونڈ اسکیم رائج ہے لہٰذا اس انعامی رقم سے عمرہ یا حج کرنا جائز ہے" اس پروگرام کو کافی لوگوں نے ٹی وی پر دیکھا اور سنا ہوگا۔ مولانا صاحب آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن و حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں کہ آیا پرائز بونڈ کی حاصل کردہ انعامی رقم سے "عمرہ یا حج" کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

ج..... پرائز بانڈ پر جو رقم ملتی ہے وہ جوا ہے اور سود بھی' جوا اس طرح ہے کہ بانڈ خریدنے والوں میں سے کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کو اس بانڈ کے بدلے میں دس روپے ہی ملیں گے' یا مثلاً" پچاس ہزار' اور سود اس طرح ہے کہ پرائز بانڈ خرید کر اس شخص نے متعلقہ ادارے کو دس روپے قرض دیئے اور ادارے نے اس روپے کے بدلے اس کو پچاس ہزار دس روپے واپس کئے۔ اب یہ زائد رقم جو انعام کے نام پر اس کو ملی ہے' خالص سود ہے۔ اور خالص سود کی رقم سے عمرہ اور حج کرنا جائز نہیں۔

حج کے لئے جھوٹ بولنا

س..... سعودی گورنمنٹ نے پچھلے سال حج سے پہلے ایک قانون نافذ کیا تھا کہ کوئی بھی غیر ملکی جو سعودیہ میں ملازمت کررہا ہے اگر اس نے ایک مرتبہ حج کرلیا تو وہ دوبارہ پانچ سال تک حج ادا نہیں کرسکتا۔

ہماری کمپنی ہر اس شخص کو ایک فارم پر کرنے کو دیتی ہے جس پر لکھا ہوتا ہے کہ میں نے پچھلے پانچ سال سے حج نہیں کیا ہے' مجھے حج ادا کرنے کی اجازت دی جائے نیچے اس شخص کے دستخط ہونے کے ساتھ ساتھ دو گواہوں کے نام اور دستخط بھی ہوتے ہیں۔

اب اگر میں اپنی والدہ یا بیوی کو اس سال حج کروانا چاہوں تو مجھے بھی ان کے ساتھ محرم کے طور پر حج کرنا ہوگا اور اس کے لئے مجھے درج بالا فارم پر کرکے یعنی جھوٹ لکھ کر اپنے دفتر میں جمع کرانا ہوگا' چونکہ میں نے دو سال پہلے حج کیا تھا۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح جھوٹ لکھ کر حج کرنا جائز ہے؟ اور اس طرح حج ادا ہوجائے گا آیا اس طرح حج کرنے والا گناہگار ہوگا؟

ج..... آپ جھوٹ کیوں بولیں آپ یہ لکھ کر دیں کہ میں خود تو حج کرچکا ہوں لیکن اپنی والدہ یا بیوی کو حج کرانا چاہتا ہوں اس کی اجازت دی جائے۔

بلا اجازت حج کے لئے عزت و ملازمت کا خطرہ

س..... میرے والدین اس سال حج پر آرہے ہیں انشاء اللہ' سعودی گورنمنٹ نے قانون بنایا ہے کہ اگر یہاں کام کرنے والے ایک دفعہ حج کریں تو پھر دوسرا حج پانچ سال کے بعد کریں۔ میں نے چار سال پہلے حج کیا ہے لہٰذا ایک سال باقی ہے۔ اب میرے والدین بوڑھے ہیں' کیا میں حج پر جاؤں تو گناہ نہیں ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ میں بغیر اطلاع کے چلا جاؤں جبکہ میں جہاں کام کرتا ہوں وہ بھی مجھے اجازت نہ دیں گے اس معاملہ میں سعودی قانون کی خلاف ورزی ہوگی مگر دوسری طرف میرے والدین کی مجبوری ہے؟

ج..... آپ کا والدین کے ساتھ حج کرنا بلاشبہ صحیح ہے مگر قانون کی خلاف ورزی کرنے میں عزت اور ملازمت کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ یہ آپ خود دیکھ لیں' اس کے بارے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا' البتہ شرعاً" اس طرح حج ادا ہوجائے گا اور ثواب بھی ملے گا۔

فرضیت حج

س..... حج کے مسائل پر مبنی جو کتاب وزارت حج کی طرف سے موصول ہوئی اس میں لکھا ہے کہ جس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی رہنے کا مکان' لباس' گھر کے اسباب کے سوا آمد و رفت کا اور اہل و عیال کا خرچ ہو اور یہ سرمایہ اس کے قرض کو منہا کرنے کے بعد ہو خواہ وہ قرض مہر معجل ہو یا مہر موجل ہی کیوں نہ ہو اس پر حج فرض ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مکان کرایہ کا ہو تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔

ج..... کرائے کا مکان ہونا فرضیت حج سے مانع نہیں۔

س..... علاوہ مہر کے کوئی قرض نہ ہو اور مہر اس قدر زیادہ ہو کہ اس کی ادائیگی ناممکن ہو بیوی معاف نہ کرے تو وہ حج پر جائے یا نہیں؟۔

ج..... بیوی کا مہر معجل تو بالاتفاق فرضیت حج سے مانع ہے مہر موجل (جس کا مطالبہ علیحدگی یا موت سے پہلے نہیں کیا جاتا) کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ فرضیت حج سے مانع نہیں اور بعض کے نزدیک یہ بھی مانع ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہم

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول: عبدالرحمٰن باوا

مدیر: مولانا اللہ وسایا

جلد ۱۶ شمارہ ۲۸ | ۴ تا ۱۰ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق ۵ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۹۷ء | قیمت: ۵ روپے

مجلس ادارت

- مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا نذیر احمد تونسوی
- مولانا منظور احمد حسینی
- مولانا محمد جمیل خان
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر

- محمد انور

قانونی مشیر

- حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

ٹائیٹل و تزئین

- ارشد دوست محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

- اداریہ ۴
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغربی اہل دانش کی نظر میں (کرنل غلام سرور) ۶
- جامعہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور ان کے رفقاء کی شہادت۔ عظیم المیہ (جمال عبدالناصر شاہد) ۸
- قرآن و حدیث کے خزانے (حافظ عنایت اللہ) ۱۰
- پیکر علم و سخاوت حضرت علی رضی اللہ عنہ (ابو شفقت قریشی سسام) ۱۱
- حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ (محمد زبیر حقانی) ۱۳
- پچاس سالہ دینی تحریکات کا جائزہ (محمد فاروق قریشی) ۱۷
- تحریک پاکستان اور قادیانی ٹولہ (محمد سلیم ساقی) ۲۱

رابطہ دفتر

جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) ایم اے جناح روڈ، کراچی
فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰

مرکزی دفتر

حضوری باغ روڈ ملتان فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷

LONDON OFFICE

35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 0171 737-8199.

ناشر: عبدالرحمٰن باوا طابع: سید شاہد حسن
مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: ۱۰۳، میزرٹلہ ٹاؤن کراچی

زر تعاون

سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۲۵ روپے
سہ ماہی: ۷۵ روپے

اگر دائرے میں سرخ نشان ہے تو سالانہ زر تعاون ارسال فرما کر سالانہ خریداری کی تجدید کروالیجئے ورنہ پرچہ بند کر دیا جائیگا

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ ایشیائی ممالک ۶۰ امریکی ڈالر

چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بنک پرانی نمائش، اکاؤنٹ نمبر ۷۔۲۸۷ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیت' ہر سازش کا پیش خیمہ

عام طور پر ہمارا مطمع نظریہ ہوتا ہے کہ ملک میں جو بھی سازشیں ہوتی ہیں' ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح قادیانیوں سے ضرور ہوتا ہے۔ ہمارے اس نظریہ کو لوگ مالیخولیہ سے تعبیر کرتے ہیں' بلکہ بعض جاننے والے تو طعنہ بھی دے دیتے ہیں کہ دنیا میں آپ کو قادیانیت کے علاوہ کچھ نظر بھی آتا ہے؟ ہم ان کے طنزیہ انداز سے صرف نظر کر کے دلائل کے ساتھ واضح کرتے ہیں کہ اسلام اور پاکستان کے خلاف جو بھی سازش ہوتی ہے' اس میں قادیانیوں کا ہاتھ ضرور ہوگا۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہر شرارت کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ ہوتا تھا' اسی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو مدینہ منورہ سے' اور پھر جزیرۃ العرب سے نکالنے کا حکم جاری کیا' اسی طرح جب سے قادیانیت کا آغاز ہوا ہے' اس کا مقصد ہی اسلام کو نقصان پہنچانا ہے' اور تاریخ اس کی گواہ ہے کہ قادیانیوں نے نہ صرف اسلام کو نقصان پہنچانے کی ہمیشہ کوشش کی ہے' بلکہ جب بھی کسی جگہ مسلمانوں پر کوئی آفت آئی تو قادیانیوں نے اس پر خوشیاں منائیں' اور اس کو اپنی فتح قرار دیا۔

یہ بات کسی سے مخفی نہیں' بلکہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ انگریز نے برصغیر میں آزادی کی تحریک میں مسلمانوں کے پرجوش کردار کو ختم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹے نبی کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے اعلان کیا کہ انگریز حکومت اللہ کا سایہ ہے' اس کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے۔ انگریز حکومت کو مسلمانوں کے خلاف امداد مہیا کی اور پچاس گھوڑے بمع سواروں کے فراہم کئے۔ کئی جگہ پر قادیانیوں نے ان مسلمانوں کی مخبری کی' جو جہاد آزادی میں حصہ لے رہے تھے۔ غرض قادیانیوں نے پوری جدوجہد آزادی کے دوران انگریزوں کی حمایت کی اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کسی کوشش کو نہیں چھوڑا۔ انہی دنوں خلافت اسلامیہ ختم ہوئی تو قادیانیوں نے خوشیاں منائیں اور قادیان میں چراغاں کیا گیا' اور خلافت اسلامیہ کے خاتمے کو اپنی فتح سے تعبیر کیا گیا۔ قیام پاکستان سے پہلے جب متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرنے کے لئے مردم شماری ہوئی تو قادیانیوں نے وائسرائے کو لکھا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل نہ کیا جائے' اس وجہ سے کئی علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوئی' اور وہ علاقے پاکستان میں شامل نہ ہوسکے۔

پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں کی جانب سے پیش گوئیاں ہوتی رہیں کہ جلد ہی پاکستان ختم ہو جائے گا' اور دوبارہ اکھنڈ بھارت بن جائے گا۔ کتنے عرصے تک قادیانی اپنی لاشوں کو اس وصیت کے ساتھ امانتاً" دفن کرتے رہے کہ جب اکھنڈ بھارت بن جائے تو ان کی لاشوں کو قادیان میں دفن کر دیا جائے۔ ظفر اللہ قادیانی جب تک وزیر خارجہ رہا' اس کی کوشش رہی کہ پاکستان کو کسی صورت میں ترقی نہ کرنے دی جائے' اور انگریزوں اور امریکیوں کا غلام رکھا جائے' اور مسلمان ممالک سے تعلقات خراب رکھے جائیں' یہی وجہ ہے کہ مصری جنگ میں مصر کا ساتھ نہیں دیا گیا' سوڈان کے مسئلہ پر سوڈان کی مخالفت کی گئی' اور کسی حکومت کو استحکام کو نہیں پہنچنے دیا گیا۔ ظفر اللہ کے زمانہ میں ہماری خارجہ پالیسی مسلم ممالک کے خلاف ایسی رکھی گئی کہ آج تک ہم اس پر قابو نہیں پاسکے۔ ۱۹۶۵ء میں جب بھارت پاکستان کی جنگ ہوئی تو قادیان میں خوشیاں منائی گئیں کہ اب جلد ہی اکھنڈ بھارت بن جائے گا۔ اس زمانے میں حالانکہ بلیک آؤٹ کا حکم تھا' لیکن ربوہ میں بلیک آؤٹ نہیں کیا جاتا تھا' مجبوراً" واپڈا کو بجلی کی سپلائی منقطع کرنا پڑی' کیونکہ ربوہ کے ساتھ سرگودھا میں فوج کی چھاؤنی تھی' جسے بھارتی طیارے بلیک آؤٹ نہ ہونے کی وجہ سے نشانہ بنا سکتے تھے۔

۱۹۷۰ء میں جب سقوط ڈھاکہ ہوا اور بنگلہ دیش بنا تو قادیانیوں نے خوشی کے اظہار کے لئے مٹھائیاں تقسیم کیں' چراغاں کیا گیا' اور یہ کہا گیا کہ چونکہ بنگلہ دیش میں قادیانی نہیں ہیں' اس لئے بنگلہ دیش پر یہ عذاب آیا۔ بنگلہ دیش بننے میں قادیانیوں کا بہت زیادہ ہاتھ تھا' کیونکہ اس زمانے میں صدر یحییٰ خان کا مشیر رسوائے زمانہ قادیانی ایم ایم احمد تھا' اس نے صدر یحییٰ خان کو غلط مشورے دیئے' مجیب الرحمٰن سے سمجھوتہ ہو گیا تھا' ایم ایم احمد نے اس سمجھوتے کو سبوتاژ کیا' یحییٰ خان کو غلط اطلاعات فراہم کیں' مغربی پاکستان کے سیاست دانوں کو مشرقی پاکستان جانے سے روکا' بھٹو کو یو این بھجوا کر قرارداد پھاڑنے کا مشورہ دیا۔ غرض مشرقی پاکستان کے سقوط میں سب سے زیادہ ہاتھ ایم ایم احمد کا تھا۔

مشرقی پاکستان ٹوٹنے کے بعد مغربی پاکستان کو تباہ کرنے میں قادیانیوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بھٹو کو غلط مشورے دیئے' حکومت میں اتنا اثر و رسوخ پیدا کیا کہ بھٹو جیسا شاطر انسان بھی ان کے شکنجے میں آگیا' کوثر نیازی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ان کی ہمت اتنی بڑھی کہ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلبہ پر حملہ کیا گیا۔ جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو مسلمانوں کے قتل عام کے لئے کئی جگہ گولیاں چلائیں۔ بھٹو صاحب کو دھمکی دی کہ قادیانیوں کے خلاف کوئی قانون پاس کیا تو پاکستان کو

تباہ کردیا جائے گا۔ جب آئینی ترمیم منظور ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو پوری دنیا میں پاکستان کی خلاف پروپیگنڈہ کی مہم شروع کردی گئی۔ بھٹو صاحب عوامی تحریک کے بعد اقتدار سے الگ ہوئے تو ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا گیا۔ جب وہ پھانسی پر چڑھے تو کہا گیا کہ ہمارا دشمن کتے کی موت مرگیا' حالانکہ ان کی موت کا تعلق قادیانیت سے متعلق قانون سے نہیں' بلکہ ایک فردکی موت سے تھا۔

صدر ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں بھی قادیانیوں نے پاکستان کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف مہم کو زیادہ تیز کردیا۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ نے صدر ضیاالحق مرحوم کو قادیانیت کے عزائم سے آگاہ کیا' جس پر صدر ضیاء الحق مرحوم کچھ محتاط ہوگئے۔ قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ قادیانی کہیں فوج کے ذریعہ پاکستان پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائیں' کیونکہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے بعد کئی جرنیل قادیانی تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی کوششوں سے صدر ضیاالحق مرحوم کے ذریعہ امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کردیا گیا تو اس کے بعد قادیانی صدر ضیاء الحق مرحوم کے دشمن ہوگئے' اور ان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ جب صدر ضیاء الحق مرحوم ایک حادثہ کا شکار ہوکر اپنے سترہ جرنیلوں کے ساتھ جاں بحق ہوگئے تو پاکستان کے مسلمان ہی افسردہ نہیں تھے' بلکہ پوری امت مسلمہ سوگوار تھی' لیکن قادیانی اس وقت بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے' قادیانیوں کے محلوں اور علاقوں میں مٹھائیاں تقسیم ہورہی تھیں' ربوہ میں چراغاں ہورہا تھا' اور لندن میں بیٹھ کر مرزا طاہر اسلام پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف بکواس میں مشغول تھا۔ صدر ضیاء الحق مرحوم کی شہادت کو قادیانیت کی فتح سے تعبیر کررہا تھا۔ بوسنیا میں جب مسلمانوں کو اجتماعی بربریت کا نشانہ بنا کر اجتماعی طور پر قتل کیا جارہا تھا تو قادیانی خوشیاں منارہے تھے۔ گزشتہ دنوں جب پاکستان میں بعض مقامات پر لوگ دہشت گردی کا شکار ہورہے تھے تو مرزا طاہر لندن میں بیٹھ کر خوشی کا اظہار کررہا تھا کہ پاکستان میں یہ تباہی قادیانیت کی فتح ہے۔

غرض مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتدا سے لے کر آج تک کی تاریخ کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں مسلمانوں کی ہر تکلیف اور پریشانی پر قادیانی خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں' اسی بنا پر ہم ہر سازش کے پیچھے قادیانیت کا ہاتھ ضرور دیکھتے ہیں۔ آج پاکستان کی اس صورتحال میں قادیانیوں کا ہاتھ ہے' کیونکہ مرزا طاہر نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ سال پاکستان میں علما اور مسلمانوں کی بربادی کا سال ثابت ہوگا' اس لئے پاکستان کے حالات کو خراب کرنے میں قادیانی اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔ ہم مسلمانوں سے درخواست کریں گے کہ وہ قادیانیت کی سرگرمیوں کا تعاقب کرکے پاکستان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں۔ ارباب اقتدار کو بھی ہم یہ کہیں گے کہ ملک کو بچانا ہے تو قادیانیت کے ساتھ نہیں' بلکہ ان کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غدار مسلمانوں کے کسی صورت میں وفادار نہیں ہوسکتے۔ یہ ہمارا مالیخولیہ نہیں' حقیقت کا اظہار ہے' اور اس حقیقت کا اظہار ہم ان صفحات پر انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔

ڈاکٹر حبیب اللہ مختار اور مفتی عبدالسمیع کے قاتلوں کی گرفتاری میں حکومت کی ناکامی

تقریباً" ایک ماہ ہونے والا ہے کہ سانحہ بنوری ٹاؤن کے شہدا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار' مفتی عبدالسمیع کے قاتلوں کو گرفتار کرنے میں حکومت کامیاب نہیں ہوسکی' جبکہ وزیراعلیٰ صاحب نے ۷۲ گھنٹے کا وقت مانگا تھا' اور وزیر داخلہ نے تین چار دن کے اندر قاتلوں کو پیش کرنے کا عندیہ دیا تھا۔ قاتلوں کی گرفتاری تو کیا' ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک ابتدائی تفتیش بھی مکمل نہیں ہوسکی۔ علما کرام نے حکومتی وعدوں پر اعتماد کرکے اپنی تحریک کو غلط رخ پر جانے کی اجازت نہیں دی۔ تاخیر کی وجہ سے حکومت سمجھتی ہے کہ تحریک کا جذبہ ماند پڑ جائے گا' لیکن اس کو یہ ضرور ذہن میں رکھنا چاہئے کہ تاخیر کی وجہ سے ایسے عناصر کو ضرور تقویت ملے گی' جو اس قسم کے واقعات میں خود انتقام لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ تحریک کو غلط رخ پر موڑنے سے پہلے قاتلوں کو گرفتار کرکے قرار واقعی سزا دے' ورنہ اللہ کے انتقام سے نہ تو حکومت بچے گی' اور نہ ہی قاتل۔ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ ظالم حکومت کو ڈھیل نہیں دیتا۔

مولانا منظور الحق صاحب برمنگھم والے کی رحلت

برطانیہ کے مشہور عالم دین' جمعیت علما اسلام کے رہنما اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص بزرگ مولانا منظور الحق برمنگھم والے گزشتہ دنوں اپنے آبائی گاؤں ضلع اٹک میں انتقال فرماگئے۔ مولانا منظور الحق گزشتہ پچیس سال سے برمنگھم میں دین کی اشاعت میں مصروف تھے۔ علمی میدان میں آپ پر علما کرام اور اہل علم اعتماد کرتے تھے۔ جمعیت علما برطانیہ کے اسٹیج سے آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ آپ ہمیشہ تعاون فرماتے۔ آپ کی رحلت علمی حلقوں کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب' نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب' ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب' مولانا اللہ وسایا' حاجی عبدالرحمٰن یعقوب باوا' مولانا منظور احمد الحسینی' مولانا محمد اکرم طوفانی' مفتی محمد جمیل خان اور دیگر کارکن مولانا منظور الحق صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مغربی اہل دانش کی نظر میں

کرنل (ر) غلام سرور

زیر نظر کتاب "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ...... مغربی اہل دانش کی نظر میں" میں پروفیسر شریف بقا نے مغرب کے بعض دانشوروں کے ایسے تاثرات اور اقوال جمع کردیئے ہیں' جن کی روشنی میں مستشرقین کی تنگ نظری کے علی الرغم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاذب اور ہمہ گیر شخصیت اور ان کے پیام کی افادیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فاضل مولف کو اس بات کا افسوس ہے کہ مخصوص سیاسی اور مذہبی پروپیگنڈے کی بناء پر عرصہ دراز سے یہودی اور عیسائی دانشور نہ صرف اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرتے چلے آئے ہیں بلکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی کردار کشی کی مذموم مہم پر بھی پیش پیش رہے ہیں اس پر مستزاد المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے مغرب زدہ اسکالرز' (جو بزعم خود اپنے آپ کو "روشن خیال" کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں) بھی ضعیف اور غیر مستند روایات کا سہارا لے کر اسلام کو نشانہ تضحیک بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان "دانشوروں" نے اگر اسلام کا مطالعہ تعصب کی عینک اتار کر کیا ہوتا' تو ہمیں یقین ہے وہ اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ حرکات کا بھی ارتکاب نہ کرتے۔ پروفیسر شریف بقا لکھتے ہیں کہ

اکثر مستشرقین اپنی لاعلمی کی بنا پر رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر عرب قرار دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی پیغام کے پیش نظر' انہیں صرف عرب کی سرزمین تک محدود کردینا ایک صریح زیادتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رحمتہ للعالمین ہونے کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کیلئے باعث رحمت ہیں۔ ان کی نبوت عالمگیر اور ابد شناس بن گئی ہے۔ کیوں نہ ہو؟ سورج اگرچہ ہر صبح مشرق سے طلوع ہوتا ہے' مگر وہ ایک مقام پر رکتا نہیں' مسلسل محو سفر رہتا ہے اور سفر کے دوران' تمام مقامات کو منور کرتا جاتا ہے۔ یہی حال' آفتاب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نورانی کرنوں کا ہے' عرب کے علاوہ دنیا کے باقی علاقوں کے مابین بھی ان کرنوں کی بدولت' ایمان و ایقان کی دولت سے اپنی جھولیاں بھرتے چلے جاتے ہیں۔

مغربی دانشوروں نے اس امر پر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ہادی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خارجی حالات تو وقت کے ساتھ ساتھ تغیر پذیر ہوتے رہے' مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شخصیت اٹل' مستحکم اور غیر متبدل رہی۔ عام انسان' حالات کی جبریت سے مجبور ہو کر اپنے آپ کو حالات کے سپرد کردینے پر مجبور ہوجاتے ہیں' مگر عظیم انسان' خصوصاً" اللہ تعالٰی کے برگزیدہ پیغمبر اور رسول' بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر' اپنے نظریات نہیں بدلتے' بلکہ وہ زمانے کو اپنے عظیم مقاصد کے مطابق سازگار بنا کر دم لیتے ہیں۔ ہادی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ناسازگار حالات کے دور میں بھی اعلٰی اخلاق اور انسانیت ساز اصولوں پر عمل کیا' انہوں نے کسی حال میں بھی فقر غنا اور تسلیم و رضا کے مسلک کو نہیں چھوڑا اسی طرح خارجی حالات' ان کی شخصیت کا رخ اپنی جانب نہ موڑ سکے' یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو دنیا کے کسی بھی دور میں چند سالوں کے اندر اتنا عظیم اور اتنا دائمی انقلاب بپا نہیں ہوا' جتنا اسلام کی وساطت سے ہوا۔ اس انقلاب کے اثرات' کروڑوں انسانوں پر آج بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغ حق کے تیئیس سال کے قلیل عرصے میں عرب کے وحشی انسانوں کو مہذب' جاہلوں کو حکمت آشنا' نفرت و عداوت کے عاملین کو محبت و صلح کا علمبردار بنادیا تھا' یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ دیگر انبیاء کرام کو ظاہری معجزات دیئے گئے تھے' مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے معجزات سے نوازا گیا' مہتاب نے اس کا سبب یہ بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار تھے اور ان کا مقام سب سے بلند تھا۔ حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے ۔

حسن یوسف' دم عیسیٰ' ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند' تو تنہا داری

مغربی منکرین کے شبہات کا ازالہ کرنے کے عمل میں' فاضل مصنف ہماری توجہ اس نکتے

کی جانب مبذول کراتے ہیں کہ قرآن مجید نے عقل و فکر سے کام نہ لینے والوں کو جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ اور اس نے مطالعہ کائنات اور مطالعہ تاریخ امم پر بہت زور دیا ہے' مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان' خدا کی نشانیوں کو کائنات میں دیکھ کر اس کی عظمت اور حکمت بالغہ کے قائل ہو سکیں۔ مصنف درست فرماتے ہیں کہ غور و فکر کا یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے' کہ سائنس نے اپنی محیرالعقول کامیابی کے علی الرغم' ہنوز بہت سی ارتقائی منازل طے کرنی ہیں۔ تسلیم' سائنس نے بہت ترقی کرلی ہے' تاہم ابھی بہت سے حقائق ایسے ہیں' جو اس کی گرفت سے باہر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور فلسفہ' حقائق کی جزوی اور محدود تحقیق کے عبارت ہیں' مگر اسلام کلیت کا مظہر ہے' سائنس کا جزوی علم' کسی طور' اسلام کی کلیت کا مقابلہ نہیں کرسکتا' عقل' بلاشبہ' خدا کی بہت بڑی نعمت ہے' مگر اس کا دائرہ محدود ہے۔ اور وحی اور الہام کے جملہ حقائق' ہنوز اس کی دسترس سے باہر ہیں' اقبال فرماتے ہیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

اکثر مستشرقین اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی تو تبلیغ و وعظ پر مبنی تھی' مگر ان کی مدنی زندگی' تبلیغ اسلام کی بجائے' سیاسی روپ اختیار کر گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں' ان دانشوروں کو اس دونوں طرز کی زندگی میں کوئی مطابقت دکھائی نہیں دیتی' یہ دانشور' اسلام کی اصل انقلابی روح کو سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اسلام کے مزاج میں دین اور دنیا کے تقاضوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ جب ہادی اعظم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اپنی رسالت کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو یہ اعلان تمام باطل نظام ہائے حیات کیلئے ایک زبردست چیلنج تھا۔ یہ صرف مروجہ عقائد' معاشرت' تہذیب' معیشت اور اخلاقیات ہی کی نفی نہیں کرتا تھا' بلکہ اس کا ہدف' باطل نظام سیاست کی مکمل طور پر بیخ کنی کرتا تھا۔

فاضل مصنف نے بعض مغربی مصنفین کی اس غلط فہمی کو بھی دور کرنے کی کوشش کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حالات کا لازمی تقاضہ تھی' یہ دانشور' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانے کیلئے یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ زمانے کے حالات تو بدلتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ ان کے بقول' حالات پہلے ہی سے سازگار ہو چکے تھے۔ دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ حالات پر اثر انداز نہیں ہوتے تھے' بلکہ حالات نے ان کی تحریک کو جنم دیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ تعصب کی عینک اتار کر اگر دیکھا جائے تو عرب کی تاریخ ایسے مستشرقین کی اس غلط فہمی کی سختی سے تردید کرتی ہے۔ ان کی یہ بات تاریخی حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کے مترادف ہے' تمام غیر متعصب تاریخ دان اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے حالات' نہ صرف عرب میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی مذہبی' معاشرتی' اقتصادی' سیاسی' تہذیبی اور تمدنی لحاظ سے سخت بحرانی کیفیت سے دوچار تھے' ہندوستان میں ذات پات کے ظالمانہ نظام' مصر میں مستبداد طرز حکومت' یونان کی بگڑی ہوئی تمدنی حالت' ایران اور روم کی استحصال پسندی اور تنگ نظر اہل مذہب کی سیاہ کاریوں نے انسان کی زندگی کو اجیرن بنا کر رکھ دیا تھا۔ عرب کی زبوں حالی اس حقیقت کی غماز تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت' حالات قطعا" سازگار نہ تھے' ان کی تشریف آوری سے قبل انسانیت' ملوکیت' پاپائیت اور دیگر زنجیروں میں بری طرح جکڑی ہوئی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ان زنجیروں سے نجات دلائی اور قدیم فاسد نظام کو بیخ بن سے اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ' انصاف پر مبنی ایک نیا نظام حیات متعارف کرایا۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر تھا کہ جو عرب' حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان کی کایا ایسی پلٹی کہ وہ ظلمت سے نور' جہالت سے علم' حماقت سے حکمت اور بدی سے نیکی کی جانب راغب ہوئے' جب ان کے دل و دماغ کی دنیا میں انقلاب عظیم آگیا تو پھر وہ قرآنی حقائق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو سمجھنے کے قابل ہوگئے۔ اسلام نے انہیں اخوت' مساوات' عدل و انصاف اور حریت کے زریں اصولوں کو سمجھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور کردیا تھا۔ کلمہ توحید کے انقلابی پیغام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین اور عقیدت مندوں میں فکر و عمل کی معیت پیدا کرکے انہیں سیسہ پلائی دیوار بنادیا تھا۔

اور آخری بات فاضل مصنف نے مغربی مستشرقین کے خیالات' ان قارئین تک پہنچاکر جو انگریزی زبان سے نابلد ہیں' ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ اب وہ اول فرصت میں اس کتاب کو انگریزی کے قالب میں بھی منتقل کریں' تاکہ اہل مغرب بھی اسلام کی انقلابی روح سے متعارف ہوسکیں' ہماری دوسری گزارش یہ ہے کہ مصنف کو ان

باقی ص۹پر

جمال عبدالناصر شاہد، بھکر

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور ان کے رفقاء کی شہادت عظیم المیہ

۲ اکتوبر بروز اتوار دن کے بارہ بجکر چالیس منٹ ہوئے تو کراچی کی معروف شاہراہ ریکارڈ بزنس روڈ پر تاریخی انسانی کا درد ناک، افسوسناک واقعہ ہوا، جس میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، کئی مدارس کے سرپرست اعلیٰ اور وفاق المدارس پاکستان کے جنرل سیکریٹری حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمتہ اللہ علیہ، مفتی عبدالسمیع رحمتہ اللہ علیہ اور ڈرائیور محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ کو فائرنگ کر کے اور بعدازاں گاڑی کو آتش گیر مادہ کے ذریعہ جلا کر سفاکی کے ساتھ شہید کردیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مولانا حبیب اللہ مختار رحمتہ اللہ علیہ، مفتی عبدالسمیع رحمتہ اللہ علیہ اور محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ کو اس وقت شہید کردیا گیا جب وہ جامعہ کی شاخ معارف العلوم پاپوش نگر سے واپس جامعہ بنوری ٹاؤن تشریف لارہے تھے، ان کے ہمراہ مولانا عبدالقیوم چترالی اور مولانا بشیر احمد نقشبندی بھی تھے۔ مولانا بشیر احمد شدید زخمی ہوئے جبکہ مولانا ولانا عبدالقیوم معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ مولانا حبیب اللہ مختار، مفتی عبدالسمیع اور محمد طاہر رحمہم اللہ تعالیٰ کو پہلے تو فائرنگ کا نشانہ بنایا، پھر گاڑی کے اندر آتش گیر مادہ پھینک کر نذر آتش کردیا آگ لگنے کی وجہ سے مولانا حبیب اللہ مختار اور مفتی عبدالسمیع تو مکمل طور پر جل گئے اس افسوسناک، شرمناک، اذیت ناک واقعہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے کراچی اور پورے ملک میں پھیل گئی اور جس نے بھی اس واقعہ کے بارے میں سنا، اس پر ایک دفعہ تو سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ اس خبر پر یقین کرنے کیلئے بالکل تیار نہیں تھا۔ خود میری بھی یہ ہی حالت تھی، چنانچہ جس نے بھی سنا اس نے بنوری ٹاؤن کی طرف کا رخ کیا تاکہ خبر کی تصدیق کرسکے لیکن جب نیو ٹاؤن جاکر معلوم کیا تو حقیقت کو تسلیم کرنا ہی پڑا۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ اندوہناک واقعہ کراچی کی معروف چورنگی گرومندر پر دن دہاڑے ہوا، اور حکومت اور انتظامیہ کے خالی دعوؤں کے سوا کوئی عمل نہیں ہوا۔ یہ شرمناک اور تکلیف ناک واقعہ ہماری مینڈیٹ اور عوامی حقوق کے دعوے کرنے والی حکومت کے چہرے پر بدنما داغ ثبت کرگیا۔ اور اس حکومت کے امن و امان قائم رکھنے کا پول کھول گیا کہ ایک انسان کا قتل دنیا انسانی کا بدترین فعل ہے۔ لیکن یہ دو علماء کرام کا قتل تو اور بھی بڑا اور سنگین جرم ہے، کیونکہ ایک عالم دین ہزار ہا بے دین حضرات سے بہتر ہوتا ہے اور یہ دو علماء کرام تو ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں علماء طلباء اور فضلاء کے دلوں کی دھڑکن تھے۔ یوں تو حکومت پاکستان اور وزیر داخلہ پاکستان علماء اور مدارس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کہ علماء اور مدارس کی تذلیل نہ کرتے ہوں اور آج کل تو مدارس کو اس طرح بھی بدنام کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ مدارس عربیہ دہشت گردی کے اڈے ہیں۔ اور ان کو بند کرنے اور ان کی امداد ختم کرنے کے بارے میں منصوبے بنارہی ہے، لیکن اس واقعہ نے حکومت کے تمام ایسے منصوبوں پر پانی پھیردیا ہے ہماری حکومت کی دین دشمنی، علماء دشمنی اور مدارس دشمنی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس حادثہ والے روز وفاقی وزیر ثقافت اور وزیر اعظم کے چہیتے بھائی اور وزیر اعلیٰ پنجاب تصاویریں اور خبریں اخبارات کی زینت بنی جس میں وہ رقص و سرور سے لطف اندوز ہورہے ہیں ہمارا حکمران طبقہ عیاشی اور مستی کے نشے میں خدا اور اس کے احکامات کو تو بھول ہی گیا، اور آئے روز ایسے ایسے بیانات دے رہا ہے کہ جیسے یہ اسلامی ملک کے حکمران نہ ہوں بلکہ عیاش ملک کے ٹھیکیدار ہوں، جس کو پڑھ کر ایک غیرت مند مسلمان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے اس واقعہ کی پیچھے مرزائی اور قادیانی لابی اور غیر ملکی ایجنٹوں اور ایجنسیوں کا ہاتھ کارفرما ہے۔ اور یہ باقاعدہ پلاننگ اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کارروائی کی گئی کیونکہ ایک مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، وہ اس قسم کا واقعہ کرتو کیا سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی مسجد کا تقدس پامال کرے یا کسی عالم دین کو شہید کرے۔ یہ دراصل قادیانی ہی کرسکتے ہیں یا کرواسکتے ہیں، کیونکہ جامعہ علوم اسلامیہ نے قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ جب

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی تو اس وقت تحریک ختم نبوت کی قیادت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کررہے تھے' جو اس وقت جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے رئیس اعظم تھے اور پورے ملک کے دینی حلقوں کی قیادت بھی کررہے تھے' اور اس کے جب ۱۹۸۴ء والی تحریک چلی تو اس وقت بھی تحریک کی قیادت جامعۃ العلوم اسلامیہ کے مہتمم اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کررہے تھے' اس طرح علوم اسلامیہ تحریک ختم نبوت کے تمام تحریکوں میں سرفہرست رہا اور یوں مرزائیوں پر ملک پاکستان میں زمین تنگ اور عرصہ حیات ختم کرنے میں جامعہ علوم اسلامیہ نے مرکزی کردار کیا۔ کراچی میں اتنے عرصہ سے حالات کی خرابی اور آجکل پنجاب کے خراب حالات بھی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں کیونکہ قادیانی ملعون نہیں چاہتے کہ ملک میں امن و امان کی فضاء قائم ہو اور عوام چین اور سکون سے رہیں۔ اب انہوں نے رخ تبدیل کرکے مساجد اور مدارس کے علماء کی طرف کرلیا ہے' جس کا پہلا نشانہ مولانا حبیب اللہ مختار' مفتی عبدالسمیع اور محمد طاہر کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ بنے مرزائیوں کے اس واقعہ میں ملوث ہونے کی واضح مثال قادیانیوں کے بھگوڑے پیشوا کا بیان بھی ہے کہ جس میں اس نے کہا تھا کہ یہ سال علماء کی بربادی اور تباہی کا سال ہوگا۔

مولانا حبیب اللہ مختار' مفتی عبدالسمیع اور محمد طاہر رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت پر جتنا بھی افسوس اور مذمت کی جائے کم ہے' اس واقعہ کے بعد وزیر داخلہ اور وزیر اعلیٰ سندھ تعزیت کیلئے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن آئے لیکن تاحال ملزموں کی گرفتاری عمل میں نہ آسکی سوائے خالی وعدوں اور دعوؤں کے کچھ بھی منظر عام پر نہ آسکا اور نہ ہی وزیر اعظم پاکستان نے کوئی رابطہ کیا اور نہ ہی اس واقعہ کا نوٹس لیا اور نہ ہی صدر مملکت پاکستان نے کوئی قدم اٹھایا۔ یہ کیسے حکمران ہیں کہ اتنے بڑے سانحہ پر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی ایک مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے کہ مسلمانوں اور اپنی رعایا کی معمولی سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے اس لئے میرا اور کراچی بلکہ تمام علماء کی طرف سے گزارش ہے' جلد از جلد اس واقعہ میں ملوث مجرموں کو گرفتار کرکے عبرتناک سزا دی جائے ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ پاکستان میں بھی افغانستان کی طرح کی تحریک طالبان اٹھے اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نظام خلافت راشدہ کیلئے جدوجہد کریں اور نااہل حکمرانوں کو کینسر کے مریض کی طرح بوریا بستر سمٹ کر بھاگنا پڑے اگر نہیں بھاگیں گے تو طالبان ان کو اٹھا کر بحرہ عرب میں پھینک دیں گے۔

○

حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سوانح خاکہ

آپ ۱۹۴۴ء میں انڈیا کے شہر دہلی میں پیدا ہوئے' والد محترم کا نام حکیم مختار تھا' ناتک واڑہ کراچی سے ابتدائی تعلیم شروع کی اس کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ میں داخلہ لیا اور جامعہ ہذا ہی سے تخصص فی الحدیث کا کورس مکمل کیا۔ اور پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور علوم عربیہ پر دسترس حاصل کی۔ اور پھر واپس جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف لائے اور جامعہ ہذا میں تدریس کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے فقہ کی کتاب الاختیار پڑھائی ۱۹۷۳ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا' اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی مجلس دعوت و تحقیق اسلامی اور دار التصنیف کے نگران مقرر ہوئے۔ اور بعد از وفات حضرت بنوری مدرسہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۱ء میں کراچی یونیورسٹی سے ہی (پی۔ ایچ۔ ڈی) کیا' اور مفتی احمد الرحمٰن کی وفات کے بعد مدرسہ ہذا کے مہتمم مقرر ہوئے۔ ۵۰ سے زائد کتب کے مصنف اور مترجم تھے پینتیس ہزار سے زائد مدارس کے سرپرست اعلیٰ اور وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ تھے اور آٹھ سال تک مدرسہ ہذا میں بخاری شریف کی تدریس کا کام کرتے تھے اور پسماندگان میں ایک بیوہ چار بیٹیاں' تین بیٹے لاکھوں علماء و طلباء سوگوار چھوڑے۔

بقیہ: رسولِ اکرم

موضوعات پر تحقیقی کام کرنا چاہئے' جن کے بارے میں اہل مغرب کے ذہنوں میں متعدد شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں' تسلیم! مسلمان دانشوروں نے اس سمت میں کافی سرگرمی دکھائی ہے۔ مگر ہنوز' بات ابتدائی مراحل سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ مسلمان حکومتوں پر بھی فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے مذہبی اسکالرز کی حوصلہ افزائی کریں' تاکہ دین حق کا چراغ چار سو' اپنی روشنی عام کرسکے۔

○

قرآن و حدیث کے خزانے

حافظ عنایت اللہ

مخلوق کے ہر شر سے حفاظت کا عمل:

○ حضرت عبداللہ ابن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک رات جب کہ بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا تھا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے نکلے پس ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کیا کہوں؟ فرمایا کہ "قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس" صبح و شام تین مرتبہ پڑھ لیا کر یہ تجھے ہر چیز کے لئے کافی ہو جائے گی۔ (مشکوۃ شریف ص۱۸۸)

سورۃ حشر کی آخری آیات:

○ حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" پڑھے پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، اور اگر اس دن اسے موت آگئی تو شہید مرے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو اس کو بھی یہی درجہ حاصل ہو گا، یعنی فرشتے استغفار کریں گے اگر مر گیا تو شہید مرے گا۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۸۸)

تین خطرناک بیماریوں سے حفاظت:

○ حضرت قبیصہ بن المخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہو گئی ہے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں میں آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس درخت، پتھر اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اس نے تمہارے لئے دعائے مغفرت کی ہے۔ اے قبیصہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے بعد تین مرتبہ "سبحان اللہ العظیم وبحمدہ" کہو اس سے تم اندھے پن، کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ یہ دعا بھی پڑھا کرو کہ "اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کر اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے۔" (حیاۃ الصحابہ ص۱۷۹، ج۔۳)

عذاب قبر سے حفاظت:

○ حضرت فروہ بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جسے میں لیٹتے وقت پڑھ لیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قل یاایھاالکفرون" پڑھ لیا کر کیونکہ اس سورۃ میں شرک سے بیزاری ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ص ۳۲۳، ج۔۳)

شیطان سے حفاظت:

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ "قل ھو اللہ احد" پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے۔ (حوالہ مذکورہ بالا ص ۳۲۴، ج۔۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو رات کو کسی گھر میں "سورہ بقرہ" کی دس آیتیں پڑھے گا اس گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوا وہ دس آیتیں یہ ہیں سورۃ بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی اس کے بعد کی دو آیتیں اور سوۃ بقرہ کی آخری تین آیتیں۔ (ص۳۲۵، ج۔۳)

رات بھر کی عبادت کا ثواب:

○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جو آدمی رات کو "سورۃ آل عمران" کی آخری آیتیں (یعنی آخری رکوع) پڑھے گا اس کے لئے رات بھر کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ص ۳۲۵، ج۔۳)

جنت میں داخلہ اور گھر کی حفاظت:

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس منبر کی لکڑیوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ہر نماز کے بعد "آیت الکرسی" پڑھے گا اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں

باقی ص۱۲ پر

بابو شفقت قریشی سہام

پیکر علم و سخاوت حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی ۱۳ رجب مطابق ۵۹۸ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بیٹے تھے۔ والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ آپؓ کا اور حضور اکرمؐ کا سلسلہ نسب ایک ہی تھا۔ آپؓ کی ولادت سے پہلے حضور اکرمؐ کا حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے عقد ہوچکا تھا اور آپؓ ان ہی کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد بنی ہاشم کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ حضور اکرمؐ کے چچا اور سرپرست ابوطالب پر بڑے کنبہ کی پرورش کا بہت بوجھ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے چچا سے اجازت لیکر اپنی تربیت میں لے لیا۔ حضرت علیؓ نے آنکھ کھولی تو اپنے باپ کے بجائے حضور اکرمؐ کو ہی دیکھا اور آپؐ کی آغوش میں ہی پرورش پائی۔

نزول وحی کے کچھ عرصہ بعد جب حضور اکرمؐ نے کوہ صفاء پر کھڑے ہوکر اہل مکہ کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا "یا معشر قریش! اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر جرار آیا ہوا ہے تو کیا تم یقین کرلو گے؟" تو جواب ملا کہ "ہم نے آپؐ کو ہمیشہ سچ بولتے پایا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا "تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اس نے مجھے نبی بناکر بھیجا ہے۔ تم ایمان نہ لاؤ گے تو سخت عذاب میں مبتلا ہوگے ایک ایسے عذاب میں جس سے تمہیں پناہ نہ ملے گی" جب تمام زبانیں گنگ ہوئیں تو مجمع میں سے ایک نوجوان حضرت علیؓ نے للکار کر کہا یارسول اللہ! آپؐ مجھے ہمیشہ اپنا قوت بازو پائیں گے۔ اعلان حق کے بعد سارا مکہ مخالف ہوگیا اور مسلمانوں پر زندگی تنگ کردی گئی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضور اکرمؐ کا محافظ ہونے کا بھرپور حق ادا کیا۔ شعب ابی طالب کی محصوری کے دوران تقریباً ۳ سال کا عرصہ حضرت علیؓ کیلئے ایک بہترین دور تربیت ثابت ہوا اور حضور اکرمؐ کا مسلسل تقرب آپؓ کیلئے بے حد مفید ثابت ہوا۔ آپؓ کے چچا ابوطالب کی رعب دار شخصیت کی وجہ سے مشرکین مکہ حضور اکرمؐ پر دست ستم دراز نہ کرسکے اور ان کی وفات کے بعد ان کے جواں سال فرزند نے قائم مقام بن کر حفاظت کا یہ حق ادا کیا۔ ہجرت کے موقع پر حضور اکرمؐ نے مکہ والوں کی امانتیں نو عمر حضرت علیؓ کے سپرد کیں اور اپنے بستر پر سونے کی ہدایت فرماکر ہجرت کیلئے روانہ ہوگئے۔ آپؐ کے مکان کا محاصرہ کرنے والے چادر رسالت میں محو خواب پیکر نورانی کو پیغمبرؐ سمجھتے رہے حالانکہ حضور اکرمؐ کا چچازاد بھائی جوانی کی نیند سو رہا تھا۔ امانتیں لوٹانے کے لئے حضرت علیؓ دو روز تک مکہ میں رہے اور آپؐ کے عزیزوں رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف ہجرت فرماگئے۔ پیدل چلنے کے باعث پاؤں میں چھالے پڑگئے اور مقام قباء پر حضور پاکؐ سے آکر ملے۔ رشتہ اخوت کے اعلان کے موقع پر حضور اکرمؐ نے اپنا سلسلہ حضرت علیؓ سے قائم کیا جو حسب نسب کے لحاظ سے پہلے ہی موجود تھا۔ غزوہ بدر میں آپؓ نے نوآموز مجاہد کی حیثیت سے اپنی شمشیر کا لوہا منوالیا حالانکہ وہ آپؓ کی پہلی جنگ تھی۔ گو کہ اس میں مال غنیمت بہت زیادہ نہ تھا پھر بھی آپؓ کو اس جنگ میں ایک زرہ، ایک تلوار اور ایک اونٹ ملا، جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ سے عقد ہونے کے بعد آپؓ نے حارثہ بن نعمان سے رہنے کے لئے کرایہ پر مکان حاصل کیا اور ازدواجی زندگی کا آغاز کیا جو اسلام کی عملی تفسیر ہے۔ جنگ احد میں حضور اکرمؐ کی اجازت سے لشکر قریش کے ایک علم دار کو صف سے نکلتے ہی شمشیر کے ایک وار سے واصل جہنم کردیا تھا۔ دشمن کا ہر فرد مجاہد اعظمؓ کو نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ جدھر سے بھی تیر آتا حضرت علیؓ سینہ سپر ہوکر اپنے سینہ پر زخم کھاتے جاتے۔ غزوہ احد میں حضور اکرمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے آپؓ نے ستر کے قریب زخم کھاکر اپنا حق ادا کردیا۔ جنگ خندق کے موقع پر جب حضرت علیؓ عمرو ابن عبدہ کے مقابلے پر نکلے جو خندق عبور کرکے للکار رہا تھا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا "کل اسلام کل کفر کے مقابلے پر جارہا ہے" عمرو پہلوان کا کام تمام کرنے کے بعد ضرار و جبیرہ اور نوفل مقابلے کے لئے آئے نوفل بھاگتے وقت خندق میں گرگیا اور حضرت علیؓ نے اسے تہ تیغ کردیا۔

صلح نامہ حدیبیہ کی تحریر کا کام حضرت علیؓ کو سونپا گیا۔ جب ابتداء، محمد رسول اللہ سے کی گئی تو مخالفین نے کہا صرف محمد بن عبداللہ لکھا جائے حضور اکرمؐ نے کاٹ دینے کی اجازت دی لیکن حضرت علیؓ نے اسے کاٹنا بے ادبی تصور کیا چنانچہ حضور اکرمؐ نے اس کو اپنے دست مبارک سے خود کاٹا۔ خیبر کا قلعہ بے حد مضبوط تھا جو کسی صورت بھی مسخر نہ ہورہا تھا ایک دن حضور اکرمؐ

نے اعلان فرمایا "کل میں علم اس کو دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کو عزیز رکھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ کو پیارا بھی ہے اور کبھی لڑائی سے فرار نہیں ہوا" حضور اکرمؐ نے دعائے فتح و کامرانی کے ساتھ علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا اور وہ قلعہ قموص کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ فتح مکہ کے موقع پر علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں بھی آپؓ نے ہاشمی شجاعت کے لازوال جوہر دکھائے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو مدینے میں اپنا قائم مقام مقرر کرکے حضور اکرمؐ تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں نے ان کو طعنہ دیا کہ حضور اکرمؐ خطر سے محفوظ کرنے کے لئے آپؓ کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں آپؓ جوش شجاعت میں اسی روز راستے میں حضور اکرمؐ سے جا ملے حضور اکرمؐ کو واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا "علیؓ! تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔" چنانچہ یہ سند مل جانے کے بعد آپؓ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سربراہی میں حجاج کا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تو نقابت کے فرائض حضرت علیؓ نے انجام دیئے۔ اور فرمایا مشرکین سے کئے ہوئے تمام معاہدے آج سے چار ماہ بعد کالعدم ہوجائیں گے کوئی کافر خانہ کعبہ میں داخل نہ ہوسکے گا اور نہ کسی کو برہنہ حج کرنے کی اجازت ہوگی۔

حضور اکرمؐ کی تیمارداری میں آپؓ دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ اور آپؐ کے وصال کے بعد دنیا آپؓ کی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی، مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپؓ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا "جس میں لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں پر توجہ دلائی گئی" آپؓ چوتھے خلیفہ تھے اور اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث ایک امتیاز بھی رکھتے تھے۔ زہر آلود تلوار سے آپؓ کو شہید کیا گیا۔ آپؓ کا دور خلافت پونے پانچ سال پر محیط تھا۔ آپؓ کی زندگی مسلمانوں کیلئے ایک مثالی زندگی ہے۔

آپؓ نے گہوارہ اسلام میں پرورش پائی، حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ تک آپؓ کا کردار ایک محافظ اسلام کا تھا اور آپؐ کے وصال کے بعد کا دور علم و تحمل کی آزمائش کا دور تھا جس میں آپؓ پورے اترے۔ اور کسی منزل پر ذرا سی لغزش بھی نہ ہوئی۔ حضرت علیؓ حضور سرور کائناتؐ کے عزیز و مربی چچا کے فرزند تھے۔ حضور اکرمؐ کی سرپرستی سے انہوں نے اپنے سرپرست اور مرشد کامل کی عملی تفسیر پیش کی۔ گفتگو میں نرمی اور دھیما پن تھا لیکن میدان جنگ میں اس آواز سے دشمنوں کے دل دہل جاتے تھے، ظاہر شان و شوکت اور دکھاوا پن نہ فرماتے تھے پوشاک اور غذا بالکل سادہ تھی، آپؓ نے فرمایا "خلیفۃ المسلمین کو بیت المال سے صرف دو پیالے لینے کا حق ہے ایک اپنے عیال کے لئے دوسرا مہمانوں کے لئے" فرمایا "روئے زمین پر جب تک ایک ذی روح بھی بھوکا ہے اس وقت تک علیؓ اپنا پیٹ کیسے بھر سکتا ہے؟" فطرتاً سلیم طبع تھے اور تربیت رسول اکرمؐ نے ان کے اوصاف کو جلا بخشی تھی۔ خطبات فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر تھے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو سجدے ہیں
اک ضرب یداللہی اک سجدہ شبیری

بقیہ: قرآن وحدیث کے خزانے

ہوگی اور جو اسے بستر پر لیٹتے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے گھر، اس کے پڑوسی کے گھر، اس کے اردگرد کے چند اور گھروں پر امن عطاء فرمائیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ ص ۳۲۴، ج۔۳)

ہر فکر و پریشانی سے حفاظت:

○ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ پڑھے گا "حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم" اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی حفاظت فرمائیں گے چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے سے۔ (حیاۃ الصحابہ ص ۳۲۳، ج۔۳)

آسمانی اور زمینی بلاؤں سے حفاظت:

○ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ صبح و شام تین تین بار "بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئی فی الارض ولا فی السماء وھوالسمیع العلیم" پڑھ لے گا اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۹)

ہر پریشانی اور بے چینی کو دفع کرنے کے لئے:

○ "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم اور صدمہ اور کرب و اضطراب لاحق ہوتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ورد کو اکثر پڑھتے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۱۶)

حفاظت دین و جان اولاد و اہل و عیال و مال:

○ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اپنی جان اہل و عیال اور مال کے بارے میں ڈر رہتا ہے فرمایا صبح و شام یہ کلمات پڑھا کر "بسم اللہ علی دینی ونفسی وولدی واھلی ومالی۔" (حیاۃ الصحابہ ص ۳۸۹، ج۔۳) ○

اقلیم علم کا تاجدار' محدث کبیر' سیال قلم کے مالک

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نوراللہ مرقدہ

ایک عہد ساز علمی شخصیت

محمد زبیر حقانی

دنیا میں موت و حیات کا سلسلہ ابتدائے آفرینش عالم سے جاری ہے۔ عالم میں ہر ہر ضابطہ اور ہر کلیہ میں کچھ نہ کچھ مستثنیات نکلتے ہیں۔ مگر کل نفس ذائقۃ الموت کے کلیہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ جو بھی پیدا ہوا اسے بہرحال موت ہے' ان الموت غایتہ کل حی موت ہی ہر زندہ کی آخری منزل ہے۔ اسی لئے ولادتوں کے ساتھ موت کا سلسلہ بھی دنیا میں قائم ہے اور رہے گا۔ نوع انسانی کا سب سے زیادہ بہتر ترین طبقہ انبیاء کرام کا طبقہ ہے۔ مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بقاء' دوام اور ہمیشہ رہنے کی دولت سے یہ عظیم طبقہ بھی محروم ہے۔ دولت بقاء صرف اسی کے پاس ہے جس کے پاس ساری دولتیں ہیں۔ مختارات خداوندی کی ریاست کے انتہائی مقام (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی یہ دولت عطاء نہیں کی گئی۔ یہاں کا آنا جانے کی تمہید اور مقدمہ ہے۔ اس دنیا میں منکر خدا کا وجود تو ہے' مگر منکر موت معدوم ہے' جو آیا جانے ہی کیلئے آیا ہے۔ مگر آج کے دور میں کہ جب انسانیت ایک بار پھر سسکیاں لے رہی ہو۔

وہ انسان کہ جس نے کبھی نور علم سے ثریا کی جبین روشن کی ہو' آج وہ خود بحر ظلمات میں غوطے کھارہا ہو' اہل علم و خلوص کی کشتی کو باطل طغیانیوں نے گھیرے میں لے لیا ہو مسلم قومیت کی پیشانی غیروں کی غلامی سے سیاہ ہوگئی ہو۔ حقائق دین کو پامال کیا جارہا ہو اسلام کی غربت و بے چارگی کے انتہائی حسرت ناک دور کے وسط میں جبکہ اندھیرا اس حد تک پھیل چکا ہو کہ ضمیر کی اندھیر نگری کو شمس و قمر بھی روشن کرنے سے معذرت خواہ نظر آتے ہوں' وہ مسلم قومیت کہ جو دوسروں کی داستان حیات بتاتی ہو' وہ خود ایک داستان بن گئی ہو' ایسے وقت میں اس انسانیت کو جاہلیت' اور مذہب سے دوری کے ہولناک اتھاہ سمندروں سے نکالنے کیلئے نبوی کڑھن' درد' غم اور بلند کردار رکھنے والے اعلیٰ صفت' شاہین کی سی نظر بلند رکھنے والے افراد کی ضرورت بیمار انسانیت کو مادی اشیاء سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں مذکورہ صفات کی حامل جماعت میں سے کسی کے رخصت ہونے سے وہ اندھیرا پھیلتا ہے کہ جسے سورج بھی نہیں مٹاسکتا۔ علم و فضل و تقویٰ میں اکابر علماء دیوبند کی عظیم یادگار' گلشن دین کا باغبان' علم حدیث کا تاجدار' رسوخ فی العلم و دولت خلوص کے حصہ وافر کے حامل' حقیقی درد امت کے مالک' عظیم مبلغ' خادم حدیث' بلند پایہ صحافی' کئی مناصب دینیہ پر فائز' ممتاز محدث جید عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی نوراللہ مرقدہ انہی مایہ ناز شخصیات میں سے ایک تھے کہ جن کے دل اخلاص و للہیت کی قیمتی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور جن کے دل اللہ تعالیٰ کی خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں امت کی فکر کے مبارک غم میں پگھلتے رہتے ہیں۔ اور قحط الرجال کے دور میں جبکہ علم راسخ' خلوص اور حقیقی تواضع والے لوگ ناپید ہورہے ہوں وہ روشن آفتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۸ شوال ۱۳۲۳ھ میں اپنے آبائی وطن سنبھل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سنبھل ہی میں اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں حاصل کرنے کے بعد دارالعلوم مئو (ضلع اعظم گڑھ) میں بھی تعلیم حاصل کی' اور پھر آخر میں ربانی علماء کے علمی ملجاء دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کیا' اور سب سے زیادہ کامیابی کے نمبرات حاصل کئے' اور دارالعلوم دیوبند میں آپ نے چونکہ اپنے وقت کے چوٹی کے اساتذہ مثلاً" حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر کبار علماء سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ اسی وجہ سے ابتداء سے ہی اللہ تعالیٰ نے علمی رسوخ عطا فرمایا تھا۔ اس کے بعد امروہہ کے مدرسہ چلہ میں

تین سال درس و تدریس میں گزارے پھر ادب و تاریخ کے ماہر افراد پیدا کرنے والے ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بطور شیخ الحدیث چار سال تک خدمت حدیث میں مصروف رہے' اور نازک وقتوں میں اپنی اصابت رائے' اور تجربات سے ندوہ کو فائدہ پہنچایا۔ ۱۳۶۲ھ میں دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے' باقاعدگی سے اجلاسوں میں شرکت فرماتے۔

۱۳۵۳ھ میں بریلی سے "الفرقان" کا اجراء فرمایا' جو اہل صحافت کے طبقہ کا ہمیشہ سے ایک مقبول سلسلہ ہے۔ اس کے مجدد الف ثانی نمبر' شاہ ولی اللہ نمبر' شیخ الحدیث نمبر' مذکورہ حضرات کے احوال کی تنقیح کیلئے کافی ہیں اور اپنی خاص شان کے پیش نظر علمی حلقوں میں یادگار ہیں۔

۱۳۴۳ھ میں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی خوشامدوں سے ہٹا کر ایک ان دیکھے خدا کی طلب پر مسائل کرنے والی عالمی اسلامی دعوت' انسانیت کے کیمپ کے لاکھوں باغیوں کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹانے کا ذریعہ بننے والی تحریک "تبلیغی جماعت" سے وابستہ ہوگئے تھے۔ پہلے اس کے رکن' پھر داعی' اور بالآخر جماعت کے مرکزی داعیوں کی صف میں داخل ہوکر لاکھوں انسانوں کو یقین کی دعوت دینے والے عظیم مبلغ بن گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر وہبی علم اور قرآن پاک کے معارف اور نکات بھی عطاء فرمائے تھے۔ قرآن سے حسی تاثر کی دولت عالیہ عطاء فرمائی تھی جس کا اندازہ ان کی اپنی اس تحریر سے ہوتا ہے:

"جب توفیق ہوتی ہے تو سمجھ کر ہی تلاوت کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور یہ بھی بلاشبہ اللہ کی بہت بڑی دولت ہے' لیکن اس سے بڑا انعام اس رب کریم کا اس عاجز بندہ پر یہ ہے کہ تلاوت کے وقت کبھی کبھی دل کو تاثر و تذکر کی دولت بھی نصیب ہوجاتی ہے۔ اور اس کی یہ برکت ہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا میرے لئے بالکل ایک محسوس حقیقت ہے' گویا جس طرح میٹھی یا نمکین کے کھاتے وقت اپنی زبان و تالو کے احساس کی بناء پر مجھے اس کی شیرینی یا نمکینی کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔ الحمدللہ بالکل اسی طرح تلاوت کے وقت بھی میرے قلب کا جو تاثر اور احساس ہوتا ہے کہ مجھے اس سے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا قطعی یقین حاصل ہوتا ہے' ان دونوں یقینوں میں میرے لئے کوئی فرق نہیں۔ ان میں سے کوئی یقین میرے لئے فکری اور استدلالی نہیں ہے۔"

قرآن مجید کے الہامی معارف و نکات کے علاوہ بھی حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا اک بات میں صد نکات کے جامع کے مقولہ سے پورا توافق تھا' ملت کی بدحالی پر ان کے سینے میں غضب کا درد تھا یہ ایک تجربہ سے ثابت ہونے والا قاعدہ ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ ملت کا درد و غم ودیعت فرماتے ہیں تو اس کو عظیم الشان حوصلہ بھی ضرور عطا فرماتے ہیں۔ کیونکہ ملت کے درد و غم کے تقاضوں پر عمل کرنے میں بہت بڑی بڑی رکاوٹیں' آتی ہیں اور ان رکاوٹوں اور مصائب کے نشیب و فراز سے گزرنے کیلئے پختہ عزم و حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت موصوف کو اسی ربانی محبت و ضابطہ کی وجہ سے بلا کا حوصلہ عطا ہوتا تھا۔ امت کا یہی درد اور حمیت دینی کی یہی خوبی' نہ صرف ان کی ایک بڑی صفت ہے بلکہ ان کا ایک عظیم مستقل کارنامہ ہے۔ ان کے رسوخ فی العلم' خلوص' دلسوزی' اضطراب دل کی تپش' حمیت دینی کی شہادت' انوکھے سیرت نگار' عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' عالمی اسلامی اسکالر و مفکر حضرت مولانا علی میاں مدظلہم نے ان کے تعزیتی جلسہ منعقدہ جامع مسجد ندوۃ العلماء میں ان الفاظ میں دی ہے:

"میں خدا کے گھر میں بیٹھ کر اس کی شہادت دیتا ہوں کہ مولانا کو حدیث میں' تفسیر میں' علم کلام میں اور فرق محرفہ و منحرفہ کے بارے میں جو وسیع معلومات تھیں' ان سے جو غیر معمولی واقفیت اور ان کی کمزوریوں' اور ان سے پیدا ہونے والے خطرات کا جتنا صحیح اندازہ ان کو تھا' وہ ہندوستان کے مشاہیر علماء کو بھی حاصل نہیں۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مولانا کو دوسرا وصف حمیت دینی عطاء فرمایا تھا جس کی میں شہادت دیتا ہوں' ایک رفیق کی حیثیت سے' ان کے ایک ہم سفر کی حیثیت اور ان کے ایک معاون کی حیثیت سے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حمیت اسلامی و حمیت دینی کا وہ جوہر عطاء فرمایا تھا اور وہ درجہ عطا فرمایا تھا جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔"

مورخ و مفکر اسلام حضرت ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی شہادت کیا وزن رکھتی ہے اس کا فیصلہ تو اہل علم کا طبقہ ہی کرے گا۔ البتہ اتنا یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اعتدال کا جو جوہر اللہ تعالیٰ نے حضرت علی میاں دامت برکاتہم کے قلب میں ودیعت فرمایا وہ جوہر آج کل کے مشاہیر علماء میں سے کم ہی کو عطاء کیا گیا ہے۔ لہٰذا حضرت مدظلہم کے تبصرہ کا غایت اعتدال پر ہونا یقینی ہے۔ امت کے غم میں دن رات تڑپنے والے حضرت علی میاں مدظلہم کی مولانا نعمانیؒ کے ساتھ رفاقت و محبت کی تصویر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (لکھنوی) نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:

"دیکھنے والے جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ ایسے مخلص ہی جو ہمدم بھی ہیں' اور ہم راز بھی اور فکری و ذہنی اعتبار سے پوری طرح ہم آہنگ' زندگی میں تمام یکسانیت کے باوجود دو سگے بھائیوں میں بھی سوفیصد اتفاق رائے نہیں

ہوتا ہے' لیکن یہاں اس سے کچھ زیادہ ہی تھا۔"

حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے گرویدہ اور ان کی عظمت کے قائل تھے' جس کا اندازہ حضرت نعمانیؒ کی اس تحریر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کی فطرت میں ترحم اور نرمی ودیعت رکھی ہے اور بعض کی فطرت میں شدت اور سختی' اور اس کا بہترین نمونہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی دونوں کے اس مزاجی فرق کا بار بار ظہور ہوا ہر موقع پر صدیق اکبرؓ کی طرف سے ارحم امتی بامتی کی شان ظاہر ہوئی۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض قبائل نے جو اسلام قبول کرچکے تھے ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا تو صدیق اکبرؓ نے اس کو دین میں فتنہ اور رخنہ سمجھا اور فرمایا اینقص الدین وانا حی اور ان کے خلاف ایسا متشددانہ فیصلہ فرمایا کہ شروع میں فاروق اعظمؓ نے بھی اس سے اتفاق نہیں کیا تو صدیق اکبرؓ کو ان پر ایسا غصہ آیا کہ فرمایا اجبار فی الجاهلیة وخوار فی الاسلام (یہ کیا ہے کہ تم کفر کی حالت میں تو بہادر تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے) حضرت شیخ الحدیث نسباً" بھی صدیقی تھے اور مزاجاً" بھی' لیکن جس چیز کو انہوں نے دین میں فتنہ اور رخنہ سمجھا اس کے بارے میں ان کے اندر وہی شدت پیدا ہوئی جو ان کے جد امجد صدیق اکبرؓ میں پیدا ہوئی ہوئی۔"

صدیقی فطرت' صدیقی نسبت کے عنوان سے حضرتؒ کی اس تحریر سے جہاں ان کا شیخ الحدیثؒ کی عظمت کا قائل ہونا ثابت ہوتا ہے' وہاں ان کی اردو کی سلاست' ادبیت' تعلق کا انداز بزرگوں کی منقبت کے بیان کا انداز اس طرح نکھر کر سامنے آتا ہے کہ انسان خود ان کی عظمت کا قائل ہوجاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت نعمانیؒ کے پرخلوص تعلقات کی عمر چالیس سال سے بھی زیادہ ہے' اس مدت میں سینکڑوں ہی بار تھوڑے وقت کیلئے یا دو چار دن اور کبھی کبھی کئی ہفتوں تک بھی صحبت و مجالست نصیب ہوئی۔ حضرت نعمانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے بیانات میں جس دلسوزی' اپنائیت' اضطراب' گریہ و زاری کا مظاہرہ فرماتے وہ قابل رشک ہوتا تھا' ایک مرتبہ دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے' طلبہ سے' جامع مسجد میں بیان سے اپنی محبت اور تذکیر نعمت' کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تنہائیوں میں بیٹھ کر اس پر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کتنا کرم فرمایا ہے' جس دن آپ پیدا ہوئے آپ کی بستی میں علاقہ میں آپ کی طرح اور بچے بھی پیدا ہوئے' ان میں سے کتنے ہیں کہ جنہیں دارالعلوم میں قال اللہ و قال الرسول نصیب ہوگیا یہ یوں ہی تو نہیں ہوگیا' کوئی چیز آپ سے آپ نہیں ہوتی جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے کہ اللہ نے کسی کیلئے فیصلہ کرلیا کہ تو یہ کام کرے گا تو یہ کام کیا کرے گا لکل میسر لما خلق لہ اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے پکا فیصلہ فرمادیا کہ آپ کی زندگی دوسرے کاموں میں سے فارغ ہوکر اس کام میں لگے۔ ایک تو آپ اس کو نعمت سمجھیں' بہت بڑی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حزب خاص میں داخل کرلیا' اور رسول اللہؐ کے لشکر کا سپاہی بننے کیلئے تیاری کا موقع دے دیا۔ ایک حیثیت تو ہماری یہ ہے کہ ہم گناہ گار ہیں' قصوروار ہیں' دین کا کچھ بھی حق ادا نہیں ہورہا اللہ معاف کرے بہت قصوروار ہیں۔ لیکن دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے انعامات دنیا میں اور جو اللہ نے نسبت دی ہے وہ کسی وزیر کو کسی صدر جمہوریہ و مملکت کو نعمت واللہ حاصل نہیں ہے۔ جو نعمت آپ کو حاصل ہے' یہ لفظ جو میں کہہ رہا ہوں یہ کوئی شاعری نہیں اس میں کوئی مبالغہ نہیں' آپ تنہائیوں میں اس کو سوچیں۔"

شیخ عبدالقادر حضرت رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ آپ کے مرشد تھے جن کی تربیت باطنی نے آپ کے اوصاف حمیدہ کو نکھار کر آپ کو اکابر کے مزاج کا صحیح دل اور اکابر کے علمی و روحانی کمالات کا پرتو' بنادیا تھا۔ حضرت رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ "قیامت کے روز اللہ عزوجل نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ تو میں دو شخصوں کو آگے کردوں گا' ان میں سے ایک مولانا نعمانیؒ کا نام لیتے۔"

علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن کثیرؒ کے بارے میں ایک جملہ ارشاد فرمایا تھا "هو فقيه متقن و محدث محقق و مفسر نقاد وله تصانيف مفيدة" حضرت نعمانیؒ اس جملہ کے پورے پورے مصداق تھے۔ ان کی پرمغز' مکمل اصولی اور فاضلانہ تصانیف میں' پرورد طرز بیان کی سلاست' وسعت مطالعہ' قلبی سوزش' علمی رسوخ' حسن انتخاب' ادبیت' ربانی فراست' ذہنوں کی رعایت' شرک و بدعات و بدعقیدگی کی تردید' امت مسلمہ کی اجتماعی خرابیوں' اسلام دشمن تحریکوں' اور قدیم و جدید بدعات و محدثات پر چیں بہ جبیں رویئے کا رنگ جھلکتا ہے۔

اسلام کیا ہے؟' قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟' تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی' مجموعہ مقالات میں ان کا تصوف پر مقالہ' اور معارف الحدیث میں تشریح کے عنوان سے ان کے کالموں سے وسیع الافق علم و صلاح و افکار پر واقع ان کے عظیم روحانی و علمی نقشین کی بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اپنی مایہ ناز تصنیف "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟" کے بارے میں کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں "اللہ کی

رحمت سے امید ہے کہ جو مسلمان یا غیر مسلم بھائی اس کا مطالعہ کرے گا' اگر ان کی روح بالکل مردہ نہیں ہو چکی ہوگی تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور متاثر ہو کر رہے گا۔"

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ پر مطاعن و اعتراضات کے مسکت جوابات پر مشتمل بھی ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ ان کی معرکتہ الاراء تصنیف "معارف الحدیث" احادیث نبویؐ کا ایک جامع ترین انتخاب و شاہکار ہے۔ یہ کتاب عمیق معرفت' علمی فضیلت اور حدیث نبویؐ پر ان کی وسعت نظر کی گواہ ہے' جس میں احادیث کی تشریح میں اس دور کی نفسیات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ طالب صادق اگر غور و فکر سے کام لے تو اس علمی بحر مواج سے بڑے قیمتی گوہر نکال سکتا ہے' اسی طرح ان کی تصنیف "اسلام کیا ہے؟" بلند اسلامی اخلاق اور اسلام سے شدت تاثر کا نمونہ ہے' ایک مرتبہ خود حضرت نعمانی نور اللہ مرقدہ اپنے ایک رفیق کے ساتھ سفر کر رہے تھے ان کے رفیق سفر کے ہاتھ میں یہی کتاب تھی' سامنے والی نشست پر ایک اردو خواہ ہندو افسر بیٹھے تھے' انہوں نے حضرتؒ کے ساتھی سے یہ کتاب لیکر پڑھنا شروع کی اور قریب قریب پوری کتاب کا مطالعہ کیا' پھر اس نے کتاب واپس کرتے ہوئے مصنف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کتاب کے مصنف یہ ہیں اور (حضرت نعمانیؒ کی طرف اشارہ کیا) تو اس افسر نے حضرت نعمانیؒ کا ہاتھ پکڑ کر کہا:

"ہم ہندوؤں کی صحیح واقفیت کیلئے اس کتاب کا ہندی ایڈیشن شائع کرانا آپ کا فرض ہے' میں نے اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کو آج اس کتاب سے جانا ہے' اور میرے دل پر اس کا بہت اثر پڑا ہے۔" بعد میں غالباً" حضرت نعمانیؒ نے اس کا ہندی ایڈیشن بھی شائع کرا دیا۔

کسی مصنف کی کتاب کی مقبولیت کی دلیل تشہیر نہیں' بلکہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو حقیقی نفع کا پہنچنا مقبولیت کی دلیل ہے۔ دین و علم دین کی اشاعت کے سچے اور مبارک جذبہ پر مشتمل تقریباً" ان کی تمام تصانیف ہند و پاک میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے علاوہ مغربی اور افریقی ممالک کے مسلم اور غیر مسلم افراد میں یکساں طور پر مقبول ہوئیں' اور ان سے فائدہ اٹھایا گیا' اپنے خیر پسند قلم سے تالیف کی گئی' پر مغز' شہرہ آفاق' لاجواب' کتاب "ایرانی انقلاب"

کے

مقدمہ میں حضرت الشیخ مولانا علی میاں مدظلہم نے اپنے معتدل مزاج قلم سے روایتی افراط و تفریط سے پاک یہ تبصرہ فرمایا ہے "الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر' شاہ ولی اللہؒ نمبر اور ان کی کتابیں اسلام کیا ہے؟ دین و شریعت' قرآن پاک آپ سے کیا کہتا ہے؟ معارف الحدیث' ان کا عالمانہ اور مقبول سلسلہ ہے' جس سے اس برصغیر میں اور ان کے انگریزی تراجم کے ذریعہ پوری دنیا میں خاص کر امریکہ' یورپ اور افریقہ میں لاکھوں بندگان خدا کو اسلام کو سمجھنے اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔"

حضرت نعمانی نور اللہ مرقدہ کی یہ سادہ' عام فہم' سلیس اور مقبول عام کتابیں انشاء اللہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ جن سے مخلوق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے اور تاقیامت یہ سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ اس فانی دنیا میں مقیم ہر نفس منزل آخرت کا مسافر ہے' سورج اور چاند کا طلوع و غروب حکماء کے نزدیک فنا دنیا پر دال ہے۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے' یہاں کے ہر شخص کو بلکہ ہر چیز کو فناء کا قلادہ پہنا دیا گیا ہے۔ مگر مولانا محمد منظور نعمانیؒ ایسی شخصیات میں سے تھے کہ جو خدا ترسی للہیت کا شاہکار ہوتے ہیں' جن کے وجود سے یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں' جن سے انسانیت غازہ حسن مستعار لیتی ہے' قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں' انسانیت کے خیمہ میں مائیں ایسے افراد کو برسہا برس بعد جنتی ہیں' اس لئے ایسے افرا کا اٹھ جانا پوری انسانیت کو دہلا دینے کا سبب ہوتا ہے۔ ڈوبتی ہوئی انسانیت کو اوپر اٹھانے کا جذبہ رکھنے والے' بلکتی ہوئی ملت کے بارے میں مودت و ہمدردی کے رویئے سے سرشار افراد جب رخصت ہوتے ہیں تو سسکتی انسانیت کو جو دھچکے لگتے ہیں اس کا اثر دائمی ہوتا ہے۔

باقی رہنے والی ذات
صرف اللہ کی ہے'
یہاں کے ہر شخص کو بلکہ
ہر چیز کو
فناء کا قلادہ
پہنا دیا جائے گا

۲۵ مارچ ۱۹۹۷ء کو اس محدث کبیر' پیکر علم و عمل' مرد کامل' شیخ جلیل کی وفات سے ملت کی صف قیادت میں جو خلاء پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پر ہونا کم از کم مستقبل قریب میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔ آج کے دور میں جو کہ حیات مستعار کا بار کندھوں پر اٹھائے چلتی پھرتی لاشوں کا دور ہے۔ حضرت نعمانیؒ کے فطری ممدوحہ صفات و ملکات میں انسانیت کے گھمار کا کونسا شیر ان کی جگہ سنبھالنے کیلئے آگے بڑھتا ہے' اور انسانیت کے کیمپ میں اس منور قمقمے کے بجھنے سے تاریکی کے جو مہیب سائے منڈلا رہے تھے انہیں ختم کرنے کیلئے ملت کا کونسا فرد' حقیقی جہد کا راستہ اختیار کرتا ہے اس کا فیصلہ تاریخ کے سپرد ہے۔ ○

محمد فاروق قریشی

قسط نمبر ۲

پچاس سالہ دینی تحریکات کا جائزہ

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے حالت کی نبض کو دیکھتے ہوئے رفقاء کو مشورہ دیا کہ تمام مکاتب فکر کے علماء کے پاس جائیں اور جو متفقہ مشورہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس سے قبل بھی ۱۹۵۱ء میں علماء نے متفق و متحد ہو کر اس کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ شاہ جی کی ہدایت پر ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء لاہور میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں سابقہ مطالبات متفقہ طور پر منظور کرتے ہوئے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا گیا، دانشوران عصر نے علماء کے اس اتحاد کو برصغیر کی تاریخ کا پہلا موقعہ قرار دیا جبکہ تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ اس طرح اکٹھے ہوئے تھے۔

اس کے برخلاف افسر شاہی کی وہی بے ڈھنگی چال جاری تھی وہ عوامی غیض و غضب اور اشتعال کو محض قادیانی اور احراری مناقشہ قرار دے کر رائے عامہ کو گمراہ اور خود کو مطمئن کرنے کی سعی ناکام میں مشغول تھی۔ ۱۸ جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان میں ایک عوامی مظاہرے پر اس زعم میں گولی چلادی گئی جس میں تین مسلمان شہید اور تیرہ زخمی ہوگئے جن میں مزید تین اشخاص ہسپتال میں دم توڑ گئے حکومت نے انکوائری کرائی جس میں فائرنگ کو جائز قرار دے دیا گیا جس سے پاکستان میں سخت اشتعال پھیلا اور پاکستان مسلم لیگ سمیت تمام جماعتوں نے ملک کے طول و عرض میں جلسے جلوسوں کی بھرمار کردی۔ بالآخر ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو آل پاکستان مسلم پارٹیز کونشن نے راست اقدام کا فیصلہ کیا اور آٹھ اراکین پر مشتمل مجلس عمل تشکیل دی گئی:

۱- سید ابوالحسنات قادری
۲- سید عطاء اللہ شاہ بخاری
۳- سید ابوالاعلیٰ مودودی
۴- مولانا عبدالحامد بدایونی
۵- حافظ کفایت حسین
۶- مولانا احتشام الحق تھانوی
۷- پیر صاحب سرہند (مشرقی پاکستان)
۸- مولانا محمد یوسف کلکتوی

بعد ازاں ان آٹھ ممبران نے مزید سات اراکین کو شامل کیا۔ اجلاس میں مجلس عمل نے وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کیلئے ایک وفد مرتب کیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر صاحب سرہند شریف، سید مظفر علی شمسی اور ماسٹر تاج الدین انصاری شامل تھے۔

۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء کو وفد نے خواجہ ناظم الدین صاحب سے ملاقات کی انہوں نے مطالبات پر غور کا وعدہ کیا اور منظوری سے بے بسی کا اظہار بھی۔ خواجہ صاحب ۱۹ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور آئے تو یہاں بھی علماء کے وفد نے ان سے ملاقات کی لیکن انہوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا۔ ۲۱ فروری ۱۹۵۳ء کو علامہ سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے پھر وزیر اعظم سے کراچی میں ملاقات کی اور کہا کہ ان کے الٹی میٹم کی میعاد ایک ماہ پہلے ختم ہوگئی ہے دوسرے روز وفد نے خواجہ صاحب سے سردار عبدالرب نشتر کی موجودگی میں ملاقات کی خواجہ صاحب نے کہا کہ "مرزائیوں کو چھیڑنے سے امریکہ نہ ہمیں گندم دے گا اور نہ مسئلہ کشمیر حل کرنے میں ہماری مدد کرے گا"

اس مایوس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کیلئے زعماء ملت نے ۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں اجلاس بلایا۔ اجلاس میں راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا اور طریق کار یہ طے کیا کہ روزانہ پانچ افراد وزیر اعظم اور گورنر جنرل کی کوٹھی پر جھنڈے اٹھا کر پرامن مظاہرہ کریں گے اور لگاتار گرفتاریاں پیش کریں گے۔ حکومت نے عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۲۶ فروری کی رات سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور انکے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔ لوگوں نے اس شدت سے رد عمل کا اظہار کیا کہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوگیا اور نظام حکومت معطل ہو کر رہ گیا۔ بالآخر ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کرکے شہر کو فوج کے حوالے کردیا گیا۔ فوج نے بھی اپنی قوم کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا پہلا مارشل لاء تھا جو مسلم لیگ کی حکومت میں لگایا گیا اس سے قبل ہماری دو نسلیں مارشل لاء کی سنگینی سے نا آشنا تھیں، بہرحال یہ مسلم لیگ کی عاقبت نااندیشی کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعد میں پاکستان میں حکومت اور مارشل لاء کا چولی دامن کا ساتھ

ہوگیا۔

تحریک میں دس ہزار سے زائد مسلمان شہید اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہوئے تحریک کے اسباب وعلل اور واقعات کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن بنایا گیا جس کے چیئرمین جسٹس منیر تھے جنہوں نے پاکستان کی عدلیہ کیلئے انتہائی ناقابل رشک کردار ادا کیا۔ جو تاریخ کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ تحریک کے نتیجہ میں دولتانہ حکومت کو ختم کردیا گیا' مرکز میں مرزائیوں کی ملی بھگت سے ملک غلام محمد گورنر جنرل نے قومی اسمبلی برخواست کردی اس طرح پاکستان میں سیاست کی نئی طرح ڈالی گئی خواجہ ناظم الدین کو حکومت سے نکال کر امریکہ میں پاکستان کے سفیر محمد علی بوگرا کو بلا کر وزیر اعظم بنادیا گیا۔ اسپیکر نیشنل اسمبلی مولوی تمیزالدین خان نے اسمبلی کی برخواستگی کے خلاف رٹ دائر کی لیکن جسٹس منیر نے ملک غلام محمد کے فیصلے کو صحیح قرار دے کر پاکستان کی عدلیہ کے وقار کو مجروح کیا۔ پاکستان میں دستور کی تدوین و ترتیب ہماری پارلیمانی قومی تاریخ کا خوشگوار باب ہے کیونکہ پاکستان میں شامل علاقے اور عوام مختلف مفادات و ترجیحات کے حامل ہیں ان میں سوائے اسلام کے اور کوئی قدر مشترک نہیں ان کے لباس' زبان اور کلچر میں بہت نمایاں فرق ہے' ہر قوم اور صوبے کی اپنی ترجیحات اور مفادات ہیں' لہٰذا تمام کو ساتھ لیکر چلنا مشکل نظر آتا ہے اس لئے فوری طور پر تو ۱۹۴۷ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت نظام حکومت جاری و ساری رہا لیکن مستقل دستور کی تیاری اور منظوری میں باہمی تنازعات اور معاملات کا ٹکراؤ آڑے آتا رہا۔ بالآخر ۱۹۵۶ء میں اس وقت کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے پارلیمانی طرز کا دستور مرتب کیا جو ۱۹۵۸ء سے نافذ العمل ہونا تھا۔

چودھری محمد علی صاحب نے ملک کی بڑی جماعتوں اور علماء کے باہمی مشوروں سے یہ دستور مرتب کیا گیا تھا اور اس کی تیاری اور منظوری میں علماء کی جدوجہد کا بہت دخل تھا بلکہ اس دستور کی اسلامی دفعات پاکستان کے علماء کی کاوشوں کی مرہون منت ہیں۔ جماعت اسلامی نے پہلے اس کی مخالفت پر کمرباندھی پھر چودھری محمد علی اور مولانا مودودی میں ملاقات کے نتیجے میں جماعت اسلامی نے دستور کی حمایت کردی۔ پاکستان میں جمعیت علماء اسلام شاید واحد جماعت ہے جس نے بوجوہ اس دستور کو مکمل تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا ان کے بقول اس دستور میں ہر شخص کو مذہب کی آزادی کا حق دے کر ارتداد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے کیونکہ اسلام میں کسی غیر مسلم پر جبر کرنے کا حکم نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جاسکتا تاوقتیکہ وہ اپنے دل اور زبان سے اس کا اقرار و اعلان نہ کرے لیکن کسی مسلمان کو بھی یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ جب چاہے مرتد ہوجائے۔ جمعیت علماء اسلام کے قائدین نے صرف زبانی' جمع خرچ نہیں کیا بلکہ ۱۹۵۶ء کے دستور کی متنازعہ دفعات کی نشاندہی اور مشاورت فراہم کرنے کیلئے "تنقید و ترامیم" کے نام سے ایک کتاب بھی شائع کی چودھری محمد علی مرحوم نے اس دستور کیلئے بے پناہ جدوجہد اور محنت کی تھی لیکن پاکستان میں ایک اسلامی دستور کے نفاذ کو بعض طاقتیں دینی راہ کا سنگ گراں سمجھتی رہیں اور مسلسل ریشہ دوانیوں میں معروف رہتی ہیں' لہٰذا قبل اس کے کہ ۱۹۵۸ء ہی پر دستور نافذ ہوتا اکتوبر میں مارشل لاء نافذ کرکے تمام سیاسی و پارلیمانی نظام تلپٹ کردیا گیا اور ملک میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سیاہ و سفید کے مالک بن گئے' یہ پاکستان کی تاریخ کا دوسرا اور پہلا ملک گیر مکمل مارشل لاء تھا۔ ایوب خان نے ملک میں ایک نیا سیاسی نظام رواج دینا شروع کیا اور پارلیمانی نظام حکومت کی بجائے بنیادی' جمہوریتوں کے نظام کو متعارف کرایا۔ علماء امت نے اس وقت کی حکمت عملی کے مطابق اس نظام کے تحت سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور ۱۹۶۲ء کی اسمبلی میں مفتی محمودؒ جیسے زیرک اور جید عالم دین پاکستان کی قومی اسمبلی اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ مغربی پاکستان اسمبلی میں موجود تھے۔ علماء نے وقت کی نزاکت کے پیش نظر حکومت کی غلط روش پر روک ٹوک کا سلسلہ جاری رکھا اسمبلی کے اندر اور تمام اجتماعات میں وہ اپنا فرض منصبی بحسن و خوبی ادا کرتے رہے۔

۱۹۶۵ء میں صدر محمد ایوب خان نے صدارتی الیکشن میں حصہ لیا مقابلہ میں محترمہ فاطمہ جناح تھیں' جمعیت علماء اسلام کے سوا مذہبی قوتوں نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی۔ لیکن عورت ہونے کے ناطے جمعیت علماء اسلام محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت نہ کرسکی جبکہ دیگر دینی قوتیں' جمعیت اہلحدیث اور جماعت اسلامی نے بھرپور طریقے پر محترمہ فاطمہ جناح کا ساتھ دیا رائے عامہ کی اکثریت میں محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ تھی جس میں مذہبی جماعتوں کا بھرپور کردار تھا لیکن انتخابات میں ملک کی پارلیمانی تاریخ میں زبردست دھاندلی کی گئی اور صدر ایوب خان کو رائے عامہ کے خلاف کامیاب قرار دے دیا گیا۔ گویا پاکستان میں انتخابات میں دھاندلی کے بانی جناب ایوب خان مرحوم تھے۔

ہر نظام حکومت کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ آمرانہ طرز حکومت کی سب سے بڑی اور پہلی خوبی یہ ہے کہ اس طرز حکومت میں استحکام اور فوری فیصلے ہوتے ہیں' لہٰذا ایوب حکومت کے دور میں بھی استحکام رہا اور جب سیاسی حالات مستحکم ہوں تو معیشت کا پہیہ چلتا رہتا ہے اور صنعتی ترقی رواں دواں رہتی ہے۔ سیاسی اور صنعتی استحکام حالات کا منطقی نتیجہ تھا ایوب خان

کو یہ خوش فہمی تھی کہ گویا "رونق دو عالم" انہی کے دم سے ہے لہٰذا انہوں ۱۹۶۸ء میں عشرہ ترقی منانے کا اعلان کیا۔ ترقی پر خوش ہونا اور تقریبات کرنا بذات خود کوئی قابل جرم نہیں لیکن حکومت نے عشرہ ترقی کے جشن کے نام پر فحاشی اور لچرپن کے کلچر کو فروغ دینا شروع کردیا جس پر علماء اور دینی قوتوں نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ایسے وقت میں جب بڑے بڑے سیاسی مدبر منہ بند کئے بیٹھے تھے علماء اسلام نے ایوب کی آمریت کو ببانگ دہل للکارا۔

جشن ملتان کے نام پر محفل عیش و طرب کی مذمت کے جرم میں مولانا مفتی محمودؒ کو گرفتار کرلیا گیا' اس طرح ایوب آمریت کے شیش محل سے پہلا پتھر ٹکرایا اور اس طرح ریاستی جبر سے مقید جذبوں کو اظہار کا موقع میسر آگیا۔ اور دینی قوتیں اپنی صفیں درست کرنے لگیں' ملک کے سیاست دان اور قومی رہنما بھی ایک عرصہ میں کسی مناسب وقت کے منتظر تھے لہٰذا انہوں نے بھی اس موقع سے خوب استفادہ کیا اور اس طرح ایوب آمریت کے خلاف باقاعدہ تحریک بحالی جمہوریت کا آغاز ہوگیا۔ ایوب خان نے حالات کو اپنے دائرہ کنٹرول سے باہر جاتے دیکھا تو اپریل ۱۹۶۹ء میں تمام سیاسی جماعتوں کی گول میز کانفرنس بلائی اور آئندہ صدارتی الیکشن نہ لڑنے کا اعلان کیا۔ اس تحریک کا ہراول دستہ بھی علماء اور دینی جماعتیں تھیں اگرچہ متحدہ جمہوری محاذ کے صدر نواب زادہ نصراللہ خان تھے مگر سیاسی رہنما دینی قوتوں کے بغیر کسی موثر جدوجہد کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ جماعت اسلامی' جمعیت علماء اسلام اور دیگر دینی جماعتیں اس تحریک میں پیش پیش تھیں۔

گول میز کانفرنس میں بالغ رائے دہی پر انتخاب اور پارلیمانی طرز حکومت پر اتفاق ہوگیا اور حکومت کی طرف سے مطالبات تسلیم کرائے گئے لیکن مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی طرف سے پیش کئے گئے علماء کے متفقہ بائیس نکات کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ دیگر دینی و سیاسی جماعتوں نے اس کی تائید نہ کی۔ ایوب خان اپنے پیش رو جنرل یحییٰ خان کو اقتدار منتقل کرکے سبکدوش ہوگئے اور ایوب جنرل یحییٰ خان ملک کے نئے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور ازاں بعد صدر بن گئے' ان کے دور میں بھی علماء اور دینی جماعتوں نے ملک کی دیگر سیاسی جماعتوں سے مل کر اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے الیکشن کیلئے جدوجہد کی اور ۱۹۷۰ء میں ملکی تاریخ کے پہلے پارلیمانی بالغ رائے دہی پر براہ راست انتخابات ہوئے۔ یہ انتخابات ملکی تاریخ کے شفاف انتخابات تھے' اس میں دینی قوتوں نے بھرپور مینڈیٹ حاصل کیا جمعیت علماء' جمعیت علماء پاکستان کے آٹھ آٹھ اور جماعت اسلامی کے چار ممبران قومی اسمبلی کے لئے منتخب ہوکر ایوان میں پہنچے۔ ان کامیاب علماء کے علاوہ دینی جماعتوں سے متعلق امیدوار بہت کم مارجن سے ہارے اور عوام کی کثیر تعداد نے دینی جماعتوں پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔ لیکن اکثریت عوامی لیگ کو حاصل ہوئی یہ عام انتخابات جہاں قومی تاریخ میں انتہائی شفاف تھے وہاں قومی تاریخ کا المیہ بن گئے کہ عوامی لیگ کی اکثریت کو پیپلزپارٹی جس نے مغربی پاکستان میں اکثریت حاصل کی تھی اور پنجاب و سندھ سے ۸۰ نشستیں جیتی تھیں عوامی لیگ کو اس کے مینڈیٹ کے مطابق حکومت بنانے کے حق کو تسلیم کرنے سے محض اس بناء پر انکار کردیا کہ وہ صرف مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی ہے' ملک میں حکومت سازی کیلئے ملک کے دونوں بازوؤں کی نمائندگی ہونا چاہئے حالانکہ یہ حقیقت پسندانہ انداز نہیں تھا اس میں مقتدر قوتیں پیپلزپارٹی کو استعمال کرنے میں کامیاب رہیں اور بالآخر ملک آدھا رہ گیا گویا پاکستان میں بدنصیبی کی ابتداء مینڈیٹ کے انحراف سے ہوئی' لیکن افسوس آج تک ہم نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا اور شاید تاریخ کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ اس سے کسی نے سبق حاصل نہیں کیا۔

۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہوگیا اور بچے کھچے مغربی پاکستان پر مشتمل پاکستان رہ گیا اور قومی تاریخ کے پہلے سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا اور جنرل یحییٰ خان پیپلزپارٹی کی چھتری میں عوامی غیظ و غضب سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب پھر نئے دستور کا مرحلہ درپیش تھا' قومی اسمبلی کو متفقہ اور دستور ساز ادارہ کا دہرا کام کرنا پڑا۔ جماعتی' گروہی' علاقائی اور طبقاتی مفادات کسی متفقہ آئین کی ترتیب و تشکیل اور منظوری میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ پاکستان میں ایک طبقہ اسلام کے نام سے خواہ مخواہ بیر رکھے ہوئے ہے لیکن عوامی سطح اور اسمبلی کے ایوان میں دینی قوتوں نے متفقہ جدوجہد کے نتیجہ میں ۱۹۷۳ء کے دستور میں یہ بات طے کرادی کہ ملک میں کتاب و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوسکے گی اور آئندہ دس سال تک تمام قوانین کو اسلامی بنادیا جائے گا۔ دستور میں باقاعدہ اسلامی شقوں کو تحفظ دیا گیا اور اسلامی مشاورتی کونسل قومی اسمبلی کی رہنمائی اور مشاورت کیلئے دستوری طور پر تشکیل دی گئی۔ ملک میں پہلی بار مذہبی امور کی وزارت بنائی گئی۔ یہ تمام تر علماء اور دینی جماعتوں کی جدوجہد کا مرہون منت ہے۔ ان میں مولانا مفتی محمودؒ' مولانا عبدالحقؒ' مولانا غلام غوث ہزارویؒ' مولانا شاہ احمد نورانی' مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری' ظفر احمد انصاری' پروفیسر عبدالغفور احمد' محمود اعظم فاروقی کے نمایاں نام ہیں۔ پاکستان پیپلزپارٹی کے مقتدرین طبقہ نے بھی قابل رشک کردار ادا کیا۔

نیشنل عوامی پارٹی ایسی سیکولر جماعت نے بھی ایک تاریخی کردار ادا کیا۔ ان دنوں یہ جمعیت علماء اسلام کی حلیف جماعت تھی' جمعیت کی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مخلوط وزارتیں قائم تھیں۔

مولانا مفتی محمودؒ کی مخلوط وزارت میں صوبہ سرحد میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا عمل بڑی تیزی اور کامیابی کے ساتھ جاری تھا جس کی عوامی سطح پر بہت پذیرائی کی گئی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی تاریخ کی اولین متفقہ اسلامی اور جمہوری دستور منظور کرلیا گیا جس کے مطابق ۱۹۸۳ء تک ملک میں نافذ اور جاری تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق بنادینے کی ضمانت دی گئی تھی لیکن افسوس کہ ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء حکمرانوں نے آئین کو معطل کرکے اسلامی نظام کے نفاذ کی راہیں پھر مسدود کردیں۔ مندرجہ بالا صورت حال مسلمانان پاکستان کیلئے تو یقیناً" باعث اطمینان تھی لیکن اسلام دشمن عناصر کو یہ طمانیت ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ شبانہ روز امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ' ملکی سالمیت کو ضعیف اور اسلام کی رسوائی کے منصوبے بنانے لگے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی امت اپنے مخصوص و مذموم عزائم کی برآوری کیلئے ملک کے کلیدی عہدوں کے طفیل اپنا ہی کھیل کھیل رہی تھی انہیں ہر صورت اپنا مفاد اور غلبہ عزیز تھا ان کی جراتیں یہاں تک بڑھ گئی تھیں کہ ملک کے تعلیمی اداروں میں طلباء یونین کے انتخابات میں علی الاعلان حصہ لیتے اور شکست کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیتے۔ نشتر میڈیکل کالج یونین کے انتخاب میں ایک قادیانی طالب علم کے ہارنے کا انتقام انہوں نے اس انداز سے لیا کہ پوری ملت ان کے خلاف شعلہ جوالہ بن گئی۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کا ایک گروپ تفریح اور مطالعاتی دورے پر پشاور کیلئے چناب ایکسپریس سے روانہ ہوا گاڑی جونہی ربوہ اسٹیشن پر پہنچی تو وہاں حسب معمول قادیانی لڑکوں اور طلباء کی بوگی کیلئے خصوصاً" لڑکیوں نے اپنا لٹریچر تقسیم کرنا شروع کردیا جس پر طلباء نے اظہار ناپسندیدگی کیا اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے اس کے جواب میں قادیانی مشتعل ہوگئے اور احمدیت زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے طلباء کو زدوکوب کیا لیکن اس اثناء میں گاڑی چل پڑی اور یوں یہ حادثہ بظاہر ٹل گیا۔ لیکن طلباء کی واپسی اسی ٹرین سے ۲۹ مئی کو تھی لہٰذا انہوں نے واپسی پر "سبق سکھانے" کا منصوبہ بنایا' اور حسب پروگرام ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو گاڑی جیسے ہی سرگودھا اسٹیشن پر پہنچی قادیانی نوجوان مذکورہ بوگی میں بغیر کسی استحقاق کے سوار ہوگئے اور ربوہ تک

دونوں اسٹیشنوں پر ایسا ہی ہوا جیسے ہی ربوہ اسٹیشن آیا بوگی کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور طلباء کو مار مار کر لہولہان کردیا گیا اور جب تک ایک ایک طالب علم کی حسب منشاء "مرمت" نہ کردی اس وقت تک وہاں کے اسٹیشن ماسٹر نے گاڑی کو جانے نہیں دیا۔ گاڑی جب فیصل آباد پہنچی تو ایک قیامت کا سماں تھا۔ مولانا تاج محمودؒ" مفتی زین العابدینؒ کی قیادت میں اہل فیصل آباد قادیانی دہشت گردی کے خلاف مجسم احتجاج بنے ہوئے تھے۔ لوگوں سے اپنے زخمی نونہالوں کی حالت دیکھی نہیں جارہی تھی۔ شہری انتظامیہ اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم آئی طلباء کو فوری طبی امداد دی گئی اور اس واقعہ کے مجرموں کو عبرتناک سزا کے مطالبہ کی منظوری کے بعد گاڑی کو جانے دیا گیا۔ چیف سیکریٹری پنجاب نے مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کا وعدہ کیا۔ فیصل آباد سے ملتان تک ہر اسٹیشن ایک احتجاجی مظاہرے کی شکل اختیار کرگیا اور دوسرے دن اخبارات اس حادثے کی خبر کے ساتھ پوری ملت کو قادیانیت کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بناکر رکھ دیا۔ ملک کا ہر شہر اور ہر قریہ ایک ہی منظر پیش کررہا تھا کہ ہم ختم نبوت کے پروانے ہیں اور سارقین نبوت کے کینسر کو اپنے جسد ملی سے علیحدہ کرکے دم لیں گے۔ اس سے کم کوئی صورت گوارا نہیں منظور نہیں' ملک کے تمام مسلک اور فرقوں کے علماء ایک تسبیح کے دانے بن کر رہ گئے تمام مسالک و مشارب اس طرح ایک ہوگئے جیسے ہاتھ کی انگلیاں۔ ۱۹۵۳ء کے بعد یہ دوسرا موقعہ تھا کہ تمام فرقوں کے علماء متحد و متفق قوم کے سامنے موجود تھے گویا ۱۹۵۱ء' ۱۹۵۳ء اور اب ۱۹۷۴ء میں علماء نے اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ جب بھی امت کو مشکل مرحلہ درپیش ہوا علماء نے متحد و متفق ہوکر قیادت فراہم کی اور قوم کو مسائل کے گرداب سے نکالا۔

باقی آئندہ

مبارک زندگی

★زندگی مبارک زندگی ہے جو اس کی یاد سے بابرکت ہو۔ (خطبات مدنی"عنوان ذکر اللہ' از صفحہ ۴۲ تا ۵۳)

بیعت کا آغاز

★رسول اکرم ﷺ نے بہت سے مواقع پر بیعت لی۔

پیر کی پہچان

★پیر وہ ہوتا ہے جو ہر طرح سچا ہو' جس کے اندر فریب نہ ہو۔

اللہ تمہارا عاشق ہوگا

★جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ان کی صورت بناؤ' سیرت اختیار کرو' صورت اور سیرت کی تابعداری کرو۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارا عاشق بن جائے گا۔

محمد سلیم ساقی

قسط نمبر۲

تحریکِ پاکستان اور قادیانی ٹولہ

"الفضل" نے اس سے قبل پنجاب کے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ مسٹر جناح کے خلاف آواز بلند کریں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ انگریز کی ٹوڈی "یونینسٹ پارٹی" میں شامل ہوں۔ "الفضل" کے الفاظ ہیں:

۲۔ "ہم جناح صاحب کی کوششوں کے بارے میں کوئی حمایتی بیان دینے سے قاصر ہیں' ہمیں کچھ شک نہیں کہ اس کی پارٹی اپنی حماقت اور نامعقولیت کی بناء پر انتشار کا شکار ہو جائے گی۔"

("الفضل" قادیان ۱۳ مئی ۱۹۳۶ء)

۳۔ سر فضل حسین یونینسٹ لیڈر ۱۹۳۶ء کے پنجاب الیکشن میں قادیانیوں کی یونینسٹ پارٹی (انگریز نواز جاگیردار ٹولہ) کی حمایت کے بارے میں لکھتا ہے:

"مرزا محمود احمد نے ۱۹۳۶ء کے پنجاب الیکشن کے دوران ایک خطیر رقم خرچ کی اور سر ظفراللہ نے تندہی سے یونینسٹ پارٹی کے لئے کام کیا۔"

(Diary & Notes of Sir Fazal-e-Hussain

Edited by Dr. Wahed Ahmed)

۴۔ کانگریس کو مضبوط کرنے کیلئے جواہر لال نہرو کی لاہور آمد پر ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء کو قادیانی تنظیم آل انڈیا نیشنل لیگ نے ایک شاندار استقبالیہ دیا۔ نہرو کو ہار پہنائے گئے اور نعروں سے استقبال کیا گیا۔ نعرے تھے "فخر قوم' فخر ملک" قادیانی رضاکاروں نے کتبے اٹھائے ہوئے تھے جن پر لکھا تھا:

- "اے قوم کے محبوب ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"
- "ہم دیوانی آزادیوں کی یونین میں شامل ہوتے ہیں۔"
- "ہمیشہ زندہ رہو جواہر لال نہرو۔" (الفضل قادیان ۳۱ مئی ۱۹۳۶ء)

۵۔ "پنڈت نہرو جس کا نیشنل لیگ (قادیانی تنظیم) نے شاندار استقبال کیا وہ ایک وقت یقین رکھتا تھا کہ برطانوی اقتدار کو ہندوستان سے ختم کرنے کیلئے یہ بات ناگزیر تھی کہ قادیانی قوت کو کرش کردیا جائے' کیونکہ وہ سامراجیت کے آلہ کار تھے۔" (الفضل قادیان ۹ اگست ۱۹۳۶ء)

"پیغام صلح" (لاہوری جماعت احمدیہ کا ترجمان) نے قادیانیوں کی طرف سے دیئے گئے مذکورہ بالا استقبالیہ پر یوں تبصرہ کیا:

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا جبکہ قادیان کانگریس کا بدترین دشمن تھا۔ قادیانی کمیونٹی نے کانگریس کی تحاریک کی مخالفت کرکے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی اور اس کے لئے خفیہ کام کیا اور آج کل وہ سرخ کارپٹ استقبالیہ دے رہے ہیں' ایک انتہاء پسند کمیونسٹ لیڈر (نہرو) کو افسوس! انہوں نے تبلیغ چھوڑ دی ہے اور سیاست میں ایک بھونڈے طریقے سے حصہ لے رہے ہیں۔" ("پیغام صلح" لاہور ۳ جون ۱۹۳۶ء)

مرزائیوں کی دو جماعتیں ہیں' ایک قادیانی جماعت جو مرزا قادیانی کو نبی بلکہ عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل مانتی ہے۔ ان کا ہیڈ کوارٹر پاکستان میں ربوہ ہے۔ دوسری جماعت "لاہوری احمدی" ہے۔ یہ مرزا قادیانی کو نبی تو نہیں مانتی بلکہ اسے مہدی و مسیح موعود مانتی ہے اور قادیانی جماعت کی انتہائی مخالف ہے۔ ان کی مثال کچھ یوں بنتی ہے کہ ایک گدھا شیر ہونے کا دعویٰ کردے۔ کچھ جانور بھی اسے شیر مان لیں لیکن کچھ جانور اسے شیر تو نہ مانیں' بارہ سنگھا مان لیں۔ اب بتائیں کہ ان دونوں میں سے سچا اور معقول کون ہوا؟ قادیانی گندگی کو خمیرہ مروارید سمجھتے ہیں اور لاہوری اسے گلقند سمجھتے ہیں' بس بات سمجھ لینے کی ہے۔

۶۔ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی نے ۱۹۳۶ء کے پنجاب اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شکست فاش پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک خطاب میں کہا تھا:

"اس میں شک نہیں کہ ہماری کھل کر مخالفت کی جاتی ہے' مسلم لیگ بھی جو کسی وقت میری مالی اعانت کے بغیر کوئی جلسہ منعقد نہ کرسکتی تھی۔ (سفید جھوٹ) اس کی پنجاب برانچ نے اپنی ممبرشپ سے انہیں (قادیانیوں کو) نکال باہر کرنے کا فیصلہ کیا تھا (ممبرشپ ہوئی کب تھی؟) اس کے لیڈروں کا خیال تھا کہ اس طرح وہ ووٹ حاصل کرسکیں گے' لیکن خدا نے ان کو سزا دی اور پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ صرف ایک سیٹ حاصل کرسکی۔ دوسرے الفاظ میں وہ ہماری طرح ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی کامیابی (سبحان اللہ) اور لیگ کی رسواکن شکست ہے۔"

(فاروق قادیان ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء)

۲۶ نومبر ۱۹۳۶ء کو قادیانی کمیونٹی نے سرکردہ کانگریس لیڈروں' لاڈو رانی زتشی' صدر پنجاب کانگریس' اور کامریڈ گیانی اندر جی کو قادیان آنے کی دعوت دی۔ فتح محمد سیال (چیف

سیکریٹری قادیان) کی صدارت میں قادیان میں ایک میٹنگ ہوئی "مسلم عوام الناس رابطہ" کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔ "کانگریس عوام الناس رابطہ تحریک" مسلمانوں کو کانگریس کے نظریہ اور پروگرام کا گرویدہ بنانے کی ایک کوشش تھی۔ قادیانی جماعت کے کانگریس میں شمولیت کے مسئلے پر بھی مذاکرات ہوئے۔ آخر کار شرکاء کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیانی جماعت کو کانگریس میں شمولیت کرلینی چاہئے۔ آئندہ سالوں میں تقسیم ہند تک قادیانی کانگریس سے چپکے رہے۔ (از غلام نبی مسلمؔ (قادیانی) "قیام پاکستان کیلئے جماعت احمدیہ لاہور کی جدوجہد" ۱۹۷۰ء ص ۲۵

اکھنڈ ہندوستان کے بارے میں دسمبر ۱۹۴۴ء میں ظفر اللہ خان (جو اس وقت فیڈرل کورٹ آف انڈیا کا جج تھا) نے خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد کی زندگی کا مختصر سا خاکہ قلمبند کیا۔ اس کے سیاسی تخیلات پر بحث کرتے ہوئے اس (ظفر اللہ) نے لکھا ہے:

"ان کا ایمان ہے کہ ہندوستان اپنی سیاسی" معاشی اور اخلاقی رہائی اسلام کے ذریعے حاصل کرے گا اور اس لئے وہ پاکستان کے لئے تقسیمی اسکیم پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کا یقین ہے کہ آخر کار تمام ہندوستان "پاکستان بن" جائے گا اور اسی لئے ایک "اکھنڈ ہندوستان اور منقسم ہندوستان" نے ہوا دی ہے، اس سے محض ہندوستان کی انگریز غلامی کو طول ملے گا۔"

(اردو ترجمہ سر ظفر اللہ دی ہیڈ آف احمدیہ موومنٹ، بکر اینڈوٹ لیمٹڈ، لندن صفحہ ۲۱)

اور اپنے بیان میں ظفر اللہ خان نے اسلام کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے مراد نام نہاد "قادیانی اسلام" ہے قادیانی اپنے گرو اور خلیفوں کی پیشین گوئیوں (دل بہلاوے) کے مطابق قادیانیت کی تبلیغ و احیاء کیلئے ہندوستان کو ایک وسیع البنیاد قادیانی اسٹیٹ سمجھتے تھے، خاص طور پر ان کے مربی انگریز کے کافی عرصہ اور اقتدار پر براجمان رہنے کے دوران۔

کیبنٹ مشن اور کانگریس کی سازش سے جب کانگریس نمائندہ پر مشتمل عبوری حکومت تشکیل دی گئی، تو جناح صاحب نے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو "یوم راست اقدام" منانے کا اعلان کیا۔ قادیانیوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ الفضل قادیان نے اس پر اپنا اداریہ یوں لکھا:

"قادیانی اس "راست اقدام" کو قبول کرنے کے پابند نہیں تھے، کیونکہ یہ ان کے مذہبی عقائد کے خلاف تھا اور اس پر عمل کرنے کے وہ ذمہ دار نہ تھے، کیونکہ مسلم لیگ نے ان سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں کر رکھا تھا۔" (الفضل قادیان ۱۹ ستمبر ۱۹۴۶ء)

اسی دوران (اگست ۱۹۴۶ء) مرزا محمود احمد نے بشیر احمد ایڈووکیٹ لاہور کو ہدایت کی کہ نیشنل لیگ (پیرا ملٹری فورس آف قادیان) موجودہ حالات میں اپنا مناسب کردار ادا کرے۔ "مقصد برٹش گورنمنٹ کو ڈائریکٹ ایکشن سے نمٹنے میں امداد فراہم کرنا تھا۔ اور قادیانیوں کو جنگ جویانہ حملے سے بچانا تھا۔" (الفضل قادیان ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء)

مرکزی عبوری حکومت کی تشکیل کے دوران اکتوبر ۱۹۴۶ء میں مرزا محمود احمد دہلی پہنچا تاکہ کانگریس اور مسلم لیگ سے رابطہ کرکے عبوری حکومت میں قادیانیوں کیلئے ایک آدھ سیٹ حاصل کرسکے۔ اس نے وائسرائے لارڈ ویول کو بھی اس بارے میں نوٹ بھیجا، لیکن نہ تو کانگریس لیڈر شپ اور نہ مسلم لیگ قیادت ہی ان کیلئے نرم گوشہ رکھتی تھی۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ نے عبور حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کیا تو اگلے ہی دن مرزا محمود واپس قادیان پہنچا۔ اس نے دہلی کے دورے کی تفصیلات بتائیں جس سے اس کی سیاسی تمناؤں کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس نے کہا:

"بے شک حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہم سے مشورہ کرے اور ہمارے حقوق کی حفاظت کرے۔ ہندوستان میں ہماری تعداد سات آٹھ لاکھ بنتی ہے، لیگ اپنے ساتھ ہماری شمولیت پسند نہیں کرتی جبکہ کانگرس میں ہم شامل نہیں ہونا چاہتے۔ دوسری طرف پارسیوں کی تعداد ۳ لاکھ بنتی ہے اور سرکار نے مرکزی حکومت میں ایک پارسی وزیر لیا ہے۔ ان کی برادری کو سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے جبکہ ہم تعداد میں ان سے دو گنا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ میں نے دہلی میں ایک انگریز افسر کو بتایا کہ گو ہم اس کی شکایت نہیں کرتے پھر بھی گورنمنٹ نے غیر منصفانہ فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے پارسیوں کا سیاسی تشخص تسلیم کیا ہے، مگر قادیانیوں کا نہیں۔ میں نے اسے چیلنج کیا کہ میں ہر ایک پارسی کے مقابل دو قادیانی پیش کرسکتا ہوں۔ چونکہ ہماری جماعت احتجاج نہیں کرتی اور خاموش رہتی ہے، اس لئے اس کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوتا۔

.... پارسی اور عیسائی بھی مذہبی برادریاں تھیں اور ان کو مذہبی نہ کہ سیاسی بنیادوں پر نمائندگی دی گئی ہے....... ہم ہندوستان میں بکھرے پڑے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے جائز حقوق کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کرسکے۔" (الفضل قادیان ۱۳، نومبر ۱۹۴۶ء)

جناب بشیر احمد صاحب مؤلف "احمدیہ موومنٹ، برٹش جیوئش کونیکشنز" اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صفحہ ۳۴۲ پر لکھتے ہیں:

"اگر قادیانیوں نے پارسیوں کی طرح اپنے آپ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ایک واضح پالیسی اختیار کی ہوتی تو آزاد مملکتوں میں

ان کے سیاسی حقوق بہت حد تک محفوظ ہوتے۔"

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مرزا محمود احمد نے اپنی کمیونٹی کو خطاب کے دوران متحدہ ہندوستان کی خواہش کا اظہار کیا اور یہ دعا کی:

"خدا تعالیٰ امن ' رضامندی اور افہام و تفہیم کے ذریعے ایسے حالات پیدا کرے کہ ہم اس ملک (انڈیا) کو دوبارہ متحدہ دیکھ سکیں اور اس کو اسلام (قادیانی برانڈ) کا مرکز بنائیں۔"

(الفضل قادیان ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء)

ایک قادیانی احمد جمال نے بذریعہ خط بندہ پر اسی قسم کے اعتراضات اٹھائے ہیں' وہ لکھتا ہے کہ بندہ نے تحریک پاکستان کے حوالے سے قادیانی جماعت سے تاریخی بے انصافی کی ہے جبکہ قادیانیوں نے ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات پنجاب اسمبلی میں لیگی امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالے تھے' یہ صحیح ہے کہ موقع پرست قادیانیوں نے کسمپرسی کے عالم میں چند لیگی امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالے تھے' قادیانی قیادت نے ان لیگی اور یونینسٹ پارٹی کے امیدواروں کی فہرست شائع کی تھی جن کے حق میں قادیانی حضرات کو ووٹ ڈالنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اگرچہ کسی بھی سیاسی جماعت نے ان کا مرہون منت ہونا گوارا نہ کیا تھا۔ جس جس پارٹی کے جتنے جتنے امیدواروں کے حق میں قادیانیوں کو ووٹ ڈالنے کی ہدایات جاری کی گئیں اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مسلم لیگ ۳۱ یونینسٹ پارٹی ۲۶' زمیندارہ لیگ ۱' آزاد ۴' ان میں ایک قادیانی وکیل بھی تھا کل (۶۲)

موقع پرست قادیانی لیڈر شپ نے ۳۱ سیٹوں پر مسلم لیگ' ۲۶ سیٹوں پر پاکستان مخالف یونینسٹ پارٹی' ۴ پر آزاد اور ایک پر زمیندارہ لیگ کے نامزد امیدواروں کی حمایت کا اعلان کیا' مگر مقامی قادیانی جماعتوں نے اس سے بھی بڑھ کر موقع پرستی کا ثبوت دیا اور اپنی مرضی کے امیدواروں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ حلقہ گوجرانولہ میں ووٹروں نے مرزا محمود احمد کی ہدایات کے برعکس مخالف امیدواروں کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ معاملہ کافی الجھ گیا تو "مرزا محمود نے بے بس ہو کر انہیں اپنی مرضی کے امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالنے کی اجازت تو دے دی' مگر سزا کے طور پر ان کی مجلس شوریٰ کی رکنیت ختم کر دی اور حکم دیا کہ گوجرانوالہ کا کوئی قادیانی آئندہ اس سے ملاقات نہ کرے۔"

(الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء)

اسی طرح نارووال کے حلقے میں قادیانی ووٹروں نے لیگی امیدوار میاں ممتاز دولتانہ جن کی حمایت کا مرزا محمود احمد نے اعلان کر رکھا تھا' کے مخالف امیدوار خان بہادر نواب محمد دین قادیانی (جو یونینسٹ پارٹی کا نامزد امیدوار تھا) کے حق میں ووٹ ڈالے۔

بھلوال حلقہ میں مرزا محمود احمد نے ایک یونینسٹ پارٹی کے امیدوار میاں سلطان احمد کی حمایت کا اعلان کیا۔ اس حلقے کے ایک بااثر قادیانی جاگیردار ملک صاحب خان نون نے مرزا محمود احمد کی یقین دہانی پر اس امیدوار کی حمایت کا پختہ وعدہ کیا' لیکن اس کی کامیابی کے امکانات نظر نہ آتے دیکھ کر مرزا محمود نے شیخ فضل حق پراچہ (لیگی امیدوار) کی حمایت کا اعلان کر دیا' مگر ملک صاحب خان نون کو ہدایت کی کہ وہ یونینسٹ امیدوار کی حمایت اور امداد جاری رکھے۔ (الفضل قادیان ۲۰ مارچ ۱۹۴۶ء)

کیا یہ قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت تھی یا موقع پرستی اور منافقت کا کھیل!

بات دراصل یہ ہے کہ قادیانی ٹولہ شروع ہی سے مسلم لیگ اور قیام پاکستان کا مخالف چلا آ رہا تھا۔ اس کا مقصد اپنے آقا و مربی انگریز کے اقتدار کو طول دینا تھا اور وہ اس کا مظاہرہ بھی کرتے چلے آ رہے تھے۔ اس لئے کانگریس نے بھی ان کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ انگریز بوریا بستر سمیٹ رہا ہے تو اس نے کانگریس کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی' مگر حاصل کچھ نہ ہوا۔ آخر کار جب مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی میں سو فیصد مسلم نشستیں حاصل کر لیں تو پھر موقع سے فائدہ اٹھانے کی خاطر مسلم لیگ کی طرف لپکے کہ "چارے بنے کافر نہ ہو جائیں اور قیام پاکستان کی حمایتوں میں اپنا نام درج کرا سکیں۔"" "چارے بنے کافر" والا لطیفہ بھی سن لیں:

ایک میراثی عید کی نماز پڑھنے کیلئے عید گاہ میں جا بیٹھا' ایک چودھری نے اس سے پوچھا:

"دادا جی! نہ تساں سارا سال کوئی نماز پڑھی اے' نہ کوئی جمعہ پڑھیا اے اور نہ کوئی روزہ رکھیا اے' تے پھیر تسی اتھے اج کیہہ لین آگئے او؟" اس پر میراثی نے یہ جواب دیا:

"چودھری صاحب! ایہہ ٹھیک اے کہ سارا سال میں نہ کوئی نماز پڑھی اے' نہ کوئی جمعہ پڑھیا اے اور نہ کوئی روزہ رکھیا اے۔ پر جے اج میں عید وی نہ پڑھاں تے چارے بنے کافر ہو جاواں گا۔"

قادیانیوں نے ۳۱ لیگی امیدواروں کی حمایت کی (وہ بھی مشکوک) اور اتنے ہی پاکستان مخالف (یونینسٹ وغیرہ) امیدواروں کی۔ اس لحاظ سے ان کا شمار "نہ پینوں میں نہ شینوں میں" ہوتا ہے۔

قادیانیوں کی اس نام نہاد حمایت کے بعد قیام پاکستان تک انہوں نے کیا گل کھلائے اس پر بھی نظر دوڑاتے چلتے ہیں۔ انہوں نے جب دیکھ لیا کہ برصغیر دو آزاد و خود مختار ریاستوں میں تقسیم ہو رہا ہے تو یہ اس مخمصے میں پڑ گئے کہ ہم کدھر جائیں؟ اس کا حل انہوں نے یہ سوچا کہ

ضلع گورداسپور جس میں ان کا مقدس شہر یعنی قادیان واقع ہے کو قادیانی اسٹیٹ کا درجہ دلایا جائے تاکہ برٹش امپریلزم کیلئے بطور ایک بفر (Buffer) اسٹیٹ کے کام آسکے اور قادیان کو پاپائی (Valican) اسٹیٹ حاصل ہوسکے۔ اس بارے میں انہوں نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کے آگے ایک عرض داشت (Memorandum) پیش کی۔ اس کو "قادیانی میمورنڈم" کہا جاتا ہے۔

شیخ بشیر احمد' ایڈووکیٹ (سابقہ سربراہ نیشنل لیگ' قادیان) نے پنجاب باؤنڈری کمیشن کے آگے قادیانی جماعت کی طرف سے ایک عرض داشت پیش کی۔ قادیانیوں نے عرض داشت تیار کرنے میں بہت محنت کی۔ ابتدائی تیاریاں قادیان سے شروع ہوئیں۔ مرزا بشیر احمد (چیف سیکریٹری قادیان) کی سرکردگی میں "امن اور اتحاد آفس" (Peace & Unity Office) قائم کیا گیا۔ مرزا ناصر احمد' زین العابدین' فتح محمد سیال کو یہ کام سونپا گیا' لندن اسکول آف اکنامکس کے پروفیسر اسپیٹ کی خدمات حاصل کی گئیں......

تاکہ وہ احمدیہ کیس کے مختلف پہلوؤں کو جانچے' شیخ بشیر احمد نے قادیانی میمورنڈم میں دلائل دیے کہ تقسیم کی کوئی بھی اکائی ہو' قادیان مغربی پنجاب میں آتا ہے۔ اس نے تقسیم کی بنیاد عددی اکثریت اور دوسرے عوامل جو قادیان کی مخصوص مذہبی پوزیشن کے حق میں ہیں کے مدنظر اس نے قادیان کو مغربی پنجاب میں شامل کرنے کا مشورہ دیا۔ مرزا محمود احمد نے میمورنڈم پیش کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ کانگریس نواز علماء خصوصاً" احراری لیڈر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مہم چلا رہے تھے جس سے ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی عددی اکثریت (ضلع گورداسپور) میں کمی آجائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ہندو اور سکھ وکلاء قادیانیوں کی اسلامی حیثیت پر سوال اٹھائیں گے اور اس پر مزید زور دیا گیا تو اس سے مسلم گورداسپور قادیانیوں کی مسلم آبادی سے انخلاء کی بنا پر غیر مسلم اکثریتی صوبہ بن جائے گا اور بنا بریں اس ہندوستان میں شامل ہوجائے گا۔ احرار کی کوششوں کے مدنظر قادیانی جماعت نے مسلم لیگ سے درخواست کی کہ وہ اسے اپنا کچھ وقت دے تاکہ ایک علیحدہ میمورنڈم کے ذریعے وہ اپنی پوزیشن واضح کرسکیں۔

مرزا محمود نے اس بات پر زور دیا کہ مسلم لیگ نے قادیانیوں کو ایک علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کی خصوصی اجازت دے دی تھی اور یہ کہ نواب ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ' خواجہ عبدالرحیم سابق کمشنر لاہور' چودھری اکبر علی اور دیگر لیگی ممبران اس بات سے بخوبی آگاہ تھے۔

شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ' نے اس بارے میں مزید دلائل دیتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں نے ایک خاص نکتہ اٹھایا کہ قادیان ایک زندہ بین الاقوامی اسلامی مرکز ہے اور قادیانی تحریک کا بانی یہاں دفن ہے۔ لہٰذا گورداسپور نہ صرف ۱ء۳ فیصد مسلم اکثریت کی بناء پر پاکستان میں شامل ہونا چاہیے بلکہ اس وجہ سے بھی' اس میں وہ اس بات کا بھی اضافہ کرتا ہے کہ سکھوں نے جو میمورنڈم پیش کیا' اس میں یہ موقف اختیار کیا گیا تھا کہ چونکہ ان کے گرو گوبند سنگھ کی جائے پیدائش (گوبند پور) ضلع گورداسپور کی حدود میں پڑتی تھی لہٰذا مسلمانوں کا ۱ء۳ فیصد عددی اکثریت کا دعویٰ اس لحاظ سے مزید گڑبڑ کا شکار ہوتا تھا۔

جسٹس منیر احمد نے جو باؤنڈری کمیشن کے پاکستانی جج تھے' بہرحال قادیانیوں کی درج بالا وضاحت کو تسلیم نہ کیا اور یہ بات نہ سمجھ سکے کہ قادیانیوں نے کیوں اپنی علیحدہ عرض داشت پیش کی' جس سے باؤنڈری کمیشن کے مسلمان ججوں کو گورداسپور کیس فیصلہ کرنے میں بڑی الجھن پیدا ہوئی۔

جناب بشیر احمد صاحب اپنی تالیف احمدیہ موومنٹ برٹش 'جیوئش کونکشنز کے صفحہ ۲۵۷ پر ریڈ کلف ایوارڈ اور قادیانی میمورنڈم کے عزائم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب یہ بات مسلمہ ہے کہ ریڈ کلف ایوارڈ پہلے سے طے شدہ تھا اور دیگر عوامل (Other Factors) کی اصطلاح کو جان بوجھ کر مبہم رکھا گیا تاکہ مبالغہ آمیز دعوؤں کی حوصلہ افزائی ہوسکے اور حد بندی کے اندر غداری پر پردہ ڈالا جاسکے۔ سر ظفر اللہ' جسٹس منیر' جسٹس دین محمد اور چودھری محمد علی تمام اس ایوارڈ کو انتہائی گمراہ کن اور سیاسی چال قرار دیتے ہیں۔ اگر ضلع گورداسپور ہندوستان کے حوالے نہ کیا جاتا تو ہندوستان کشمیر میں کبھی جنگ نہ لڑسکتا' یہ ایں ہمہ ظفر اللہ خان کی طرف سے تقسیم (حدبندی) کی بنیاد (تحصیل) کا انتخاب اور ایک علیحدہ قادیانی میمورنڈم قادیانی عزائم کی کینہ پروری ظاہر کرتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظفر اللہ خان نے تحصیل پٹھان کوٹ انڈیا کو دیکر تحصیل اجالہ کو جس میں قادیان واقع ہے' حاصل کرنے کی ایک کوشش کی تھی (جو بار آور ثابت نہ ہوسکی)۔"

اگر قادیانی مسلم لیگ اسٹینڈ سے متفق تھے اور قادیان کو مغربی پنجاب میں شامل کرنے کے حق میں تھے تو پھر انہوں نے کمیشن کے آگے ایک علیحدہ میمورنڈم کیوں رکھا؟ جسٹس دین محمد (پاکستانی جج) میمورنڈم بھی قادیانی وکیل شیخ بشیر احمد کو کمیشن کے آگے ایک علیحدہ میمورنڈم پیش کرتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گئے' وہ اسے ایک نہایت ہی بدقسمت واقعہ قرار دیتے ہیں جو مسلم

لیگ کیس کی خواہش کے خلاف گیا۔ جسٹس محمد منیر لکھتے ہیں:

"جب تقسیم ہند کے ذریعے مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن کا امکان افق پر ہلکا سا دکھائی دینے لگا تو قادیانیوں نے آئندہ واقعات کے جلو میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کردیا۔ ۱۹۴۵ء سے لیکر آغازِ ۱۹۴۷ء تک ان کی تحریروں نے آئندہ واقعات کے جلو میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کردیا۔ ۱۹۴۵ء سے لیکر آغازِ ۱۹۴۷ء تک ان کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ وہ انگریز حکمرانوں کی گدی کے وارث بننے کی توقع رکھتے تھے' لیکن جب پاکستان کے ایک موہوم سے تخیل نے ایک ٹھوس حقیقت کا روپ دھارنا شروع کردیا تو انہوں نے ایک نئی ریاست کے نظریے سے متفق ہونے میں اپنے آپ کو مستقل شکل میں محسوس کیا۔ انہوں نے لازما" اپنے آپ کو نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی پوزیشن پر پایا ہوگا' کیونکہ نہ تو وہ انڈیا (ایک سیکولر ہندو اسٹیٹ) کا انتخاب کرسکتے تھے اور نہ پاکستان کا جہاں پر فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ ان کی کچھ اور تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تقسیم کے خلاف تھے اور اگر تقسیم ہو جاتی تو وہ دوبارہ اتحاد کیلئے سرتوڑ کوشش کریں گے۔" (منیر رپورٹ ص ۱۹۶)

قادیانیوں نے آڑے وقت میں اپنا بے معنی میمورنڈم پیش کرکے نہ صرف پاکستان کو گورداسپور سے محروم کیا بلکہ خود بھی قادیان سے ہاتھ دھو بیٹھے' گورداسپور مسلم اکثریت کا ضلع تھا۔ جسٹس محمد منیر کے بقول باؤنڈری کمیشن ایوارڈ کے اعلان ۱۷ اگست ۱۹۴۷ء تک گورداسپور پاکستان میں شامل تھا لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ایماء پر چیئرمین پنجاب باؤنڈری کمیشن' ریڈ کلف نے ایوارڈ میں اسے ہندوستان میں شامل کردیا جس پر لیگی قیادت سٹپٹا اٹھی مگر اثرے ندارد ۔۔۔ ۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو ۔۔۔ دارالعلوم میں آزادی' ہند کا جو مسودہ قانون پاس ہوا تھا اس میں پنجاب کے وہ اضلاع جو مغربی پنجاب کے نئے صوبہ میں شامل کئے گئے تھے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

"لاہور ڈویژن میں ضلع گوجرانوالہ' گورداسپور' لاہور' شیخوپورہ اور سیالکوٹ

راولپنڈی ڈویژن میں ضلع اٹک' گجرات' میانوالی' راولپنڈی اور شاہ پور (سرگودھا)

ملتان ڈویژن میں ڈیرہ غازی خان' جھنگ' لائل پور' منٹگمری' ملتان اور مظفر گڑھ۔"

پھر ان قادیانیوں کو کیا سوجھی کہ وہ ضلع جو پہلے ہی پاکستان کا حصہ ظاہر کیا جارہا تھا کو پاکستان میں شامل کرنے کا علیحدہ مطالبہ شروع کردیا۔ انہوں نے اپنے میمورنڈم میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک کیمونٹی کے طور پر پیش کرکے ریڈ کلف کو ایک جواز فراہم کردیا کہ مسلمان گورداسپور میں اکثریت نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کی تعداد بشمول قادیانی ٹولہ صرف ۵۱،۱۴ فیصد بنتی تھی جو کہ قادیانیوں کے انخلاء کی وجہ سے اقلیت میں تبدیل ہوجاتی تھی' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور درپردہ گورداسپور کو ہندوستان میں شامل کردیا گیا۔ قادیانی اپنے مذہبی اور سیاسی دوغلہ پن کی وجہ سے ہمیشہ نامراد رہے۔

اگر یہ اپنے بقول عین مسلمان ہی ہیں تو انہوں نے اپنا علیحدہ میمورنڈم کیوں پیش کیا؟ سکھوں کی طرح عبوری حکومت ۱۹۴۶ء میں حصہ داری کیلئے قادیانی اقلیتی وزارت کا مطالبہ وائسرائے کے آگے کیوں رکھا؟ جب آئینی طور پر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے تو یہ اپنے آپ کو غیر مسلم کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اور جب ان کی مذہبی اور سیاسی حرکات بد پر پکڑ دھکڑ ہوتی ہے تو یہ اقلیتی حقوق کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ مسلمان بھی کہلائیں اور اقلیتی حقوق بھی مانگیں! نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

اب آتے ہیں ظفر اللہ خان قادیانی کی تقرری بطور وزیر خارجہ کی طرف' انصر رضا قادیانی (یہاں یہ یاد رہے کہ ان کو احمدی کہنا یا لکھنا توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ان کی منافقت میں حصہ داری کے مترادف بھی ہے۔ اس سے ہمیں اجتناب کرنا چاہئے) اس نے بندہ کے اس موقف کی تردید کی ہے کہ جناح صاحب اور ان کے رفقائے کار قادیانیوں کے عقائد اور عزائم سے واقف نہیں تھے اور یہ کہ انہوں نے دوسرے اقلیتی نمائندوں کی طرح ظفر اللہ خان پر بھی اعتماد کیا تھا کہ اپنے ہی ملک کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ تیسرے یہ کہ ظفر اللہ خان بین الاقوامی امور اور نیمل ٹاک کا ماہر تھا۔ بایں وجوہ اس کو اپنا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا اور یہ کہ یہ بانی پاکستان کی نادانستہ غلطی تھی جس کا ان کو بعد میں احساس بھی ہوا۔ انصر رضا قادیانی نے لکھا ہے:

"قائداعظم پر لگائے گئے دیگر تمام الزامات کا برا بھلا دفاع آپ نے کسی نہ کسی طرح کر ہی ڈالا' لیکن سر ظفر اللہ کو وزیر خارجہ بنانے کا الزام دھونا آپ کیلئے ایک اتنا بھاری پتھر ثابت ہوا کہ آپ سے ہلایا بھی نہ گیا۔ نتیجتاً" آپ اپنی کمزوری اور ناطاقتی کا اعتراف کرنے کے بجائے جناح صاحب کو ہی نادان' بھولا بھالا اور لاعلم ثابت کرنے کی منحوس کوشش کرنے پر اتر آئے۔"

بحث میں جانے سے پہلے ظفر اللہ خان کی بطور وزیر خارجہ تقرری کی مختصر داستان قلمبند کرتے ہیں کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا؟

ظفر اللہ خان بطور وزیر خارجہ

تقسیم ہند کے وقت ظفر اللہ خان قادیانی' نواب آف بھوپال کا آئینی مشیر تھا' پنجاب باؤنڈری کمیشن کی تقرری کے بعد مسلم لیگ کی

طرف سے کمیشن کے آگے پاکستان کیس کی وکالت کیلئے ظفر اللہ خان کو بطور وکیل مقرر کیا گیا۔ میاں امیر الدین ممتاز رہنما مسلم لیگ نے ہفت روزہ "چٹان" کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا:

"ظفر اللہ خان کی تقرری لیگی لیڈر شپ کی فحش غلطی (Blunder) تھی۔ لیاقت علی خان اور چودھری محمد علی اس کے ذمہ دار تھے۔"

(ہفت روزہ "چٹان" ۶ اگست ۱۹۸۴ء)

جس کمیشن کے آگے یہ پاکستانی وکیل تھا اسی کے آگے قادیانیوں نے اپنا علیحدہ میمورنڈم رکھا ہوا تھا۔ یک نہ شد دو شد پاکستان' گورداسپور سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

"پاکستانی وزارت خارجہ کا مسئلہ پیدا ہوا تو جناح صاحب نے چاہا کہ حسین شہید سہروردی کو وزارت خارجہ سونپی جائے' لیکن وہ خواجہ ناظم الدین کو مشرق پاکستان کا پہلا وزیر اعلیٰ مقرر کیے جانے پر سخت برہم تھے' بہرحال انہوں نے اس پیشکش کو مسترد کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ ان دنوں ہندوستانی مسلمانوں جو تقسیم ہند کے آغاز میں عدیم المثال فرقہ وارانہ فسادات کی بھینٹ چڑھ رہے تھے' کی امداد میں مصروف تھے۔"

(Outlook, Karachi 6 july 1947)

○

بی بی سی کے چیف جان برٹ کے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا

○

اپنا اسلامی نام یحییٰ رکھا' فوزیہ کے اسلامی شعار نے اسے متاثر کیا

دونوں نے نکاح بھی کرلیا

بی بی سی لندن کے سخت گیر ڈائریکٹر جنرل جان برٹ کے بیٹے جوناتھن برٹ نے اسلام قبول کرلیا ہے' اور ایک ۲۴ سالہ صحافیہ فوزیہ بورا سے شادی کرلی ہے' اس نے اپنا اسلامی نام یحییٰ رکھا ہے' بتایا جاتا ہے کہ اس کے نام جوناتھن کا یہ عربی ترجمہ ہے۔ نومسلم یحییٰ کی ملاقات فوزیہ سے ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی۔ ایک دوست نے بتایا کہ ایک لیکچر سننے کے لئے جب دونوں یکجا ہوئے تو

فوزیہ کے اسلامی طور طریقے دیکھ کر یحییٰ اسے بڑی عقیدت سے چاہنے لگا' فوزیہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے اور (دور وسطیٰ کی مصری تاریخ میں) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری کیلئے تعلیم حاصل کررہی ہے' اس سے قبل وہ اسی یونیورسٹی سے انگریزی زبان میں فرسٹ کلاس آنرس ڈگری لے چکی ہے۔ اسلام سے رغبت اور اسلام قبول کرنے پر جوناتھن کی آمادگی کی وجہ سے اس کا ایک مسلمان دوست بنا ہے' اس مسلم دوست نے مذہب کے تعلق سے جوناتھن (یحییٰ) کا رویہ اور نقطہ نظر بالکل بدل کر رکھ دیا۔ اور وہ خود بھی رکھ رکھاؤ' طور طریقوں' نشست و برخاست میں بدلتا چلا گیا' اس مسلم دوست سے اس کا تعلق اس طرح قائم ہوا کہ یہ مسلم دوست اسی کے ساتھ ایک ہی فلیٹ میں رہتا تھا' تعلیم مکمل کرنے کے بعد جوناتھن (یحییٰ) نے ایک اسلامی مرکز پر کام کرنا پسند کیا' کیونکہ اس نے سوچا کہ اس طرح اسے اسلام کا مطالعہ کرنے اور سمجھنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اس مرکز پر واحد یورپی شخص ہے جو لوگوں کو عربی زبان اور اسلامی ادب و تاریخ اور دوسرے اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مرکز پر اس کا کام موسم گرما کی تعطیلات تک ہے' جس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہوکر اپنی یونیورسٹی میں تعلیم پھر شروع کرے گا۔ اس نے اپنا مغربی طور طریقہ' یورپی رنگ ڈھنگ سب ترک کردیا ہے' اور اپنا نام یحییٰ رکھ لیا ہے' اب جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اللہ کا نام اور قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی اس میں ہوتا ہے ہندوستانی خاتون فوزیہ سے اس کی شادی گزشتہ ماہ ہوئی تھی جس کے بعد ان دونوں نے شام' اردن' مشرقی بیت المقدس کا دورہ کیا تھا۔ بی بی سی کے ڈائریکٹر جنرل جان برٹ نے بتایا کہ اب ان کا بیٹا تبلیغ اسلام میں مصروف رہتا ہے اس نے اپنا مغربی لباس بھی ترک کردیا ہے' اور شلوار قمیص میں نظر آتا ہے' سر پر ہمیشہ ٹوپی رہتی ہے' اور اکثر آیات کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تسبیح بھی ہاتھ میں رہتی ہے۔

(بحوالہ تعمیر حیات لکھنؤ)

○

عالمِ اسلام کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ثبوت حاضر ہیں!

قادیانیوں کے بدترین کفریہ عقائد و عزائم پر مبنی عکسی شہادتیں

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

یہ ایک ایسی تاریخی و تحقیقی کتاب ہے

- جو قادیانیوں کی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیوں اور گستاخیوں کے مستند دستاویزی ثبوت لیے ہوئے ہے۔
- جسے دس سال کی شبانہ روز انتھک محنت کے بعد مکمل کیا گیا ہے
- جس میں قادیانی کتب اور اخبارات و رسائل کے 50 ہزار سے زائد صفحات کھنگالنے کے بعد قادیانیوں کے مذموم عقائد و عزائم کے تحریری ثبوت یکجا کر دیے گئے ہیں۔
- جس کے مطالعے سے ہر قادیانی اپنے عقائد کی حقیقی اور بھیانک تصویر دیکھ کر راہ ہدایت پا سکتا ہے۔
- جو سادہ لوح مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے بچانے کے لیے ایک مؤثر ہتھیار ثابت ہو سکتی ہے۔
- جس کا مطالعہ علماء، خطباء، وکلا، اساتذہ اور طلباء کو فتنۂ قادیانیت کے خلاف مضبوط دلائل اور ٹھوس معلومات کا ذخیرہ فراہم کرے گا۔
- جسے قادیانیت کے خلاف ہر عدالتی مقدمہ، بحث اور مناظرہ میں مستند حوالے کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔
- جسے تمام مکاتیب فکر کے جید علماء کرام اور نامور اہلِ علم و دانش کی خواہش اور سرپرستی میں تیار کیا گیا۔

ہوشربا انکشافات

حیرت انگیز معلومات

سنسنی خیز واقعات

سارے راز بے نقاب

ناقابلِ تردید حقائق

بند کتابوں کی کھلی کہانی

قادیانیت پر مکمل انسائیکلوپیڈیا

ہر گھر اور لائبریری کی ضرورت

دیباچہ / تأثرات

حضرت خواجہ خان محمد امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان • حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ نائب امیر • حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری ناظم اعلیٰ • حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ ایڈیٹر ختم نبوت کراچی انٹرنیشنل • جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری سپریم کورٹ آف پاکستان • جناب مجید نظامی چیف ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت • ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل حمید گل سابق سربراہ آئی ایس آئی • پروفیسر محمد سلیم مدیر سرراہے روزنامہ نوائے وقت:

کمپیوٹر کتابت • بہترین کاغذ • دیدہ زیب طباعت • مضبوط جلد • جدید ڈیزائننگ • چار رنگا انتہائی خوبصورت ٹائٹل • صفحات: 864
قیمت -/300 روپے • جماعتی کارکنوں کے لئے خصوصی رعایت قیمت صرف 200 روپے 20 روپے ڈاک خرچ (ترسیل بذریعہ منی آرڈر) وی پی ہرگز نہ ہوگی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ ملتان ☎ 514122

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور
فون 7237500

REGD. NO. SS-160

فرمایا ... ختم نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

لا نبی بعدی

بمقام

مدرسہ ختم نبوۃ

مسلم کالونی

صدیق آباد (ربوہ)

11 تا 29 دسمبر 1997ء

بمطابق 10 تا 28 شعبان المعظم 1418ھ

سالانہ

ردّ قادیانیت و عیسائیت

کورس

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حضرت مولانا محمد امین غدر

حضرت مولانا بشیر احمد الحسینی

حضرت مولانا اللہ وسایا

حضرت مولانا زاہد الراشدی

حضرت مولانا عبد اللطیف مسعود

طاہر رزاق

اشتیاق

خدا بخش

محمد اسماعیل

طارق محمود

جمال اللہ

حفیظ الرحمن

محمد متین خالد

محمد اکرم طوفانی

درخواستیں

ارسال کریں

منجانب (حضرت مولانا) عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

دفتر مرکزیہ حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

061-514122